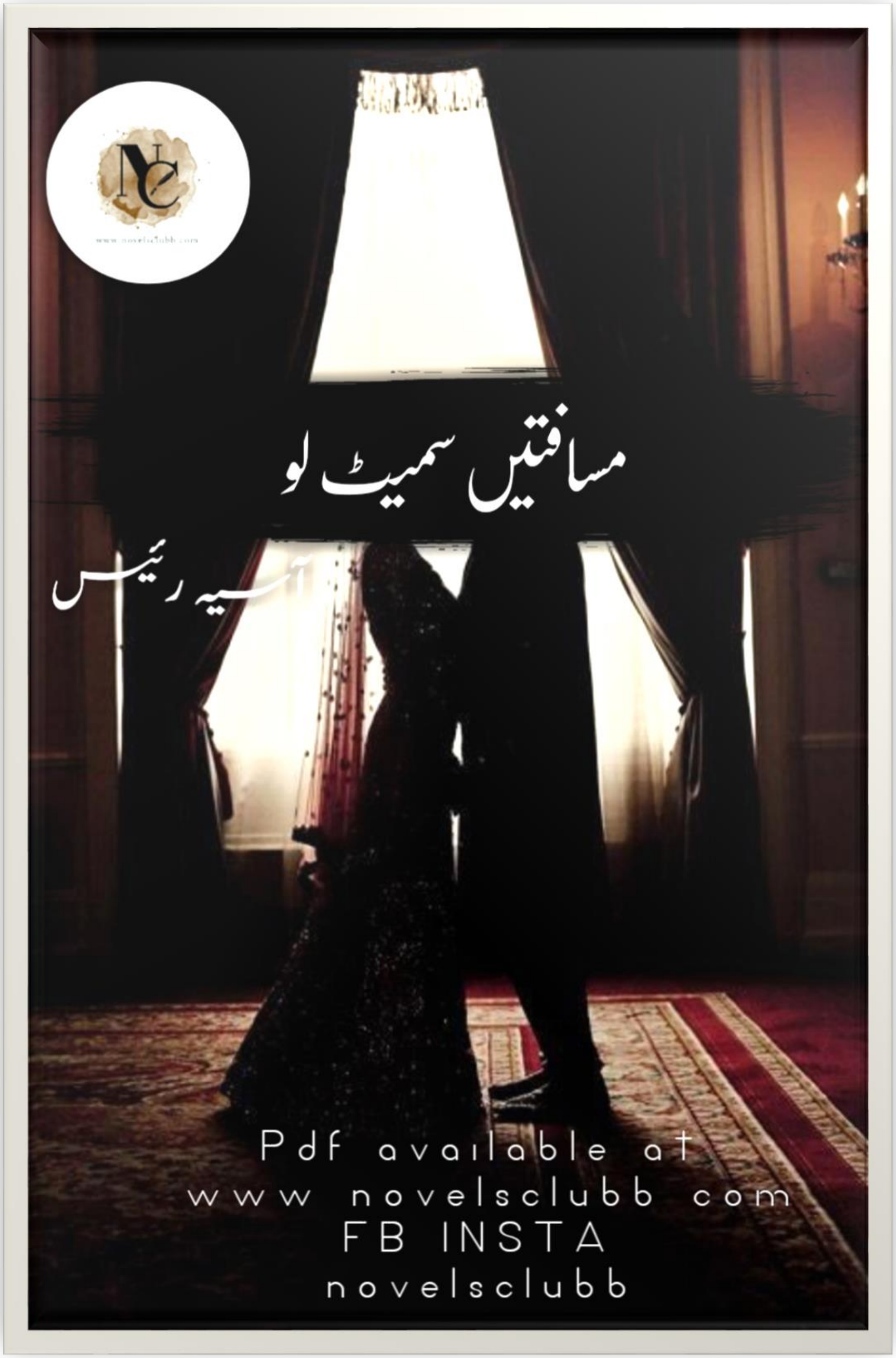
مسافتیں سمیٹ لو
آسیہ رئیس
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

# السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

# مسافتیں سمیٹ لو

از

آسیہ رئیس خان

www.novelsclubb.com

آسیہ رئیس خان

# مسافتیں سمیٹ لو

''اماں!'' سایب نے آئینے میں اپنے عکس پر آخری نظر ڈالتے ہوئے آواز لگائی اور کمرے سے باہر نکلا۔

''میں نکل رہا ہوں۔'' اس نے بیگ کا اگلا خانہ کھول کر چارجر کی موجودگی کا یقین کیا اور ایک بلیوٹوتھ کان میں ڈال کر اس کی ڈبیہ اندر رکھ کر زپ بند کر دی۔

''آخر والی دوائی ختم ہونے کو ہے۔'' اماں ڈاکٹر کا نسخہ لیے ہال میں آئیں۔

''شام میں لیتے آنا۔''

اس نے پرچہ ہاتھ میں لے کر دیکھا اور پھر انہیں واپس تھما دیا۔ اس کے فون میں پرچی کی تصویر محفوظ تھی۔

''ان شاء اللہ۔'' بیگ کاندھے پر ڈال کر اس نے بائیک کی چابی اٹھائی ہی تھی کہ دروازے میں اُجیلہ نمودار ہوئی۔ اب اسے دیکھتے ہی کوئی ردعمل نہ دینے کی اس کی کوشش ناکام ہونے لگی تھی، جیسے اس وقت اس کا چہرہ تن گیا اور ماتھے پر دو لکیریں نمودار ہو گئیں۔

''مٹر پلاؤ بنایا تھا، آپ کو پسند ہے نا۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا ٹفن باکس کی سمت بڑھایا۔ حالاں کہ وہ جانتی تھی، وہ دوپہر کا کھانا ساتھ نہیں لے جاتا۔

''اب وہ لے آئی ہے تو رکھ لو۔'' اماں نے پوتی کے ہاتھ سے لے کر اسے تھمایا۔

مکمل ناول

سائب نے جتاتی نظر اپنی نانی یعنی اماں کے سپرد کی، جسے پڑھ کر انہوں نے پچکارنے والے انداز میں آنکھ اور سر کے اشارے سے اسے ڈبہ رکھ لینے کو کہا۔ اس نے 'ناٹ فینز ا' والے تاثرات کے ساتھ ڈبہ بیگ میں ڈالا۔

"اللہ حافظ۔" ناراض سے لہجے میں کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

اُمیلہ اس کے پیچھے جانے لگی تھی کہ انہوں نے روکا۔

"ذرا میرے ساتھ اندر آؤ، اوپر سے بڑا پتیلا نکالنا ہے۔" جب سے سائب نے ان سے بات کی تھی، وہ مقدور بھر کوشش کرتی تھیں کہ اس کی وجہ سے سائب کا مزاج نہ بگڑے۔

اُمیلہ جو اسے بائیک لیے گیٹ سے باہر نکلنے تک دیکھنے کی تمنا میں پیچھے جانا چاہ رہی تھی، مجبوراً دادی کے پیچھے چل پڑی۔

"اتنے بڑے پتیلے کا کیا کام؟" اس نے اسٹول پر چڑھتے ہوئے پوچھا۔ اوپر والے خانے میں بڑے برتن رکھے تھے، جن کی رونمائی خاص موقعوں پر یا دعوتوں پر ہوتی تھی۔

"ایک دو دن میں شہوار آئے گی۔" وہ اسے بہانے سے اندر لائی تھیں لہٰذا اب ایک اور بہانا گھڑا۔

"تو سوچا ہے حلیم یا بریانی بناؤں اس دن۔"

"ارے واہ!" وہ خوش ہوگئی۔

"حلیم نہیں بریانی بنایئے گا۔" اسے بھی علم تھا سائب کو حلیم نہیں پسند۔

"شہوار سے پوچھ لوں گی، اسے کیا کھانا ہے۔" انہوں نے موٹے پیندے کا بڑا پتیلا اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"سائب بھائی کے بعد آپ کو صرف اپنی بیٹی کی پسند ناپسند کا خیال رہتا ہے۔"

"ایسا نہیں ہے بیٹا! مجھے پتا ہے تمہیں بریانی پسند ہے۔"

"پھر بریانی ہی بنے گی اس دن۔" اس نے اٹھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسٹول جگہ پر رکھ دو اور میرے سر میں تیل مالش کر دو ذرا، کتنے دن ہو گئے ہیں۔" وہ کہتے ہوئے برتن سلیب پر رکھ کر باہر نکلیں۔

دراصل وہ ایسے موقعوں پر الجھ جاتی تھیں۔ ایک طرف جان سے پیارا نواسا تھا اور دوسری طرف نہ صرف ان کی بلکہ اپنے ماں باپ کی بھی لاڈلی اُمیلہ تھی۔ وہ اتنی صبح صبح باورچی خانے میں گھس کر پلاؤ بنانے کے بعد ٹھیک ٹھاک تیار ہو کر ادھر آئی تھی۔ تیل لگانے سے وہ انکار کر دیتی تو اماں کو ذرا برا نہیں لگتا مگر جب سے سائب کے لیے جذبات بدلے تھے، التفات کے دائرے میں، سائب کے ساتھ اماں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ وہ مانتا نہ مانتا مگر اس کے لیے ان کی بات ٹالنا آسان نہیں تھا۔ سائب کو زیر کرنے کی کوشش میں دراصل اماں ہی اس کا سب سے بڑا ہتھیار تھیں۔

☆☆☆

کیمپس کے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس نے نظر اطراف میں دوڑائی اور وہ شکل نمارد پا کر سکون کا سانس لیا ہی تھا کہ اچانک بائیک نظر آ گئی۔ اس وقت اچھی خاصی بھیڑ ہوتی تھی، پھر بھی وہ اسے تلاش کر لیتا تھا جیسے اس وقت اس کی نگاہیں اسی پر تھیں۔

"اتنی مستقل مزاجی اور پابندی سے تنگ کر کوئی کام کرلے تو کروڑ پتی بن سکتا ہے۔" اس نے بلاوجہ ہی اسکارف چہرے پر کھینچتے ہوئے کچھ بے زاری سے سوچا۔

ساتھ چل رہی نعیمہ نے بائیک والے کی سمت مسکراہٹ اچھالی اور پھر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ چند مہینوں میں اس کی سہیلیوں اور اس لڑکے میں دور دور سے ہی اتنا تعارف اور شناسائی ہو گئی تھی کہ مسکراہٹوں کے تبادلے ہونے لگے تھے، اسے ان کی مسکراہٹیں اپنے خلاف لگتی تھیں۔ وہ اس طرح

اس کی موجودگی اور اس میں اس کی دلچسپی کو نہ صرف قبول کر چکی تھیں بلکہ اس کے حوصلے بھی بڑھا رہی تھیں۔

اس نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ سب اسے ہی قائل کرنے پر کمربستہ تھیں کہ سب کو وہ شریف اور سچا لگتا تھا۔ اس کے بعد اس نے خاموشی بہتر جانی۔

وہ ہمیشہ کی طرح سڑک کے دوسرے کنارے پر بائیک روکے کھڑا تھا۔ لباس، حلیہ اور بائیک سے اچھے خوش حال گھرانے کا چشم و چراغ لگتا تھا۔ خوبرو اور جاذب نظر بھی تھا۔ بقول نعیمہ اور اس کی دیگر سہیلیوں کے کوئی بھی لڑکی اس کے متوجہ ہونے کو اپنی خوش قسمتی گردانتی، بس" ایک وہ ہی تھی جسے اس کی دلچسپی میں دلچسپی نہیں تھی۔

پتہ نہیں اس نے اسے پہلی دفعہ کہاں دیکھا تھا۔ وہ اس کے گلی محلے کا تھا نہ جان پہچان والوں میں سے تھا۔ اس کے کالج کا بھی نہیں تھا۔ بہت یاد کرنے پر اس کے ظہور کا سرا نعیمہ کی سالگرہ کے جشن سے جا ملتا تھا۔ کالج کے قریب واقع ساؤتھ انڈین ریسٹورنٹ سارے کالج کا 'ہینگ آؤٹ' اڈہ تھا۔ کوئی مخصوص دن، رزلٹ، کسی کی سالگرہ یا منگنی اور بات پکی جیسی خوش خبریوں کے سب ہی جشن وہاں منائے جاتے تھے۔ سیما نے پہلی بار اسے وہیں دیکھا تھا اور پھر یہ اتفاق بار بار ہونے لگا۔ اس نے اسے اتنی اہمیت نہیں دی تھی کہ اس کے ساتھ کئی لڑکیاں ہوتی تھیں۔

ایک دن جب وہ سب وہاں ندا کی سالگرہ منا رہی تھیں، تب اس نے نعیمہ سے جانے کیا کہا کہ وہ اسے ان کی میز پر سب سے ملوانے لے آئی۔

"یہ میرے کزن برادر ہیں فہد بھائی۔"

اس جھوٹ پر نعیمہ کو گھورتے ہوئے سب کے ساتھ اسے بھی تعارف پر سلام کرنا پڑا تھا۔ بعد میں اس نے نعیمہ کو لتاڑا تو اس نے بڑی معصومیت سے کہا تھا۔

"یار! اس نے اتنی نرمی اور احترام سے التجا کی تھی کہ پلیز بس اپنی دوست سے تعارف کروا دیں کسی طرح میرا۔"

"تم خاص مجھ سے ملوانے لائی تھیں اسے؟" اسے جھٹکا لگا۔

"اور کیا، کتنے دن سے کالج کے چکر کاٹ رہا ہے، تمہاری سخت شکل دیکھ کر بے چارے کی ہمت نہیں ہوتی کہ اپروچ کرے۔"

"اب جب اس نے تم سے اتنی بات کر ہی لی ہے تو اسے منع کر دو مجھے یہ سب نہیں پسند۔"

"کیا نہیں پسند؟! اتنا اچھا تو ہے وہ۔"

وہ چپ رہی۔ نعیمہ کو جو بات اچھی لگ جائے، وہ اس کے حق میں کم ہی خاموش رہتی تھی اس لیے یہاں بھی اس سے مذاکرات فضول تھے۔

"ایسی خاموش محبت کوئی مجھ سے کرتا تو میں بچھ بچھ جاتی۔" کچھ دیر خاموشی سے بس اسٹاپ کی سمت چلنے کے بعد نعیمہ نے کہا۔

"خاموش محبت وہ ہوتی ہے جو کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کو پتا نہ چلے۔" اس نے چبا چبا کر تصحیح کی۔

"دیکھنے میں اچھا ہے، تمہاری ایک نظر التفات کی خاطر روز گیٹ کے باہر ویٹ کرتا ہے، تمہارے بس میں بیٹھ جانے کے بعد ہی نکلتا ہے، کبھی سن ہی لو اس کی۔" نعیمہ اس کی وکالت یوں کر رہی تھی گویا اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"لڑکی کا اس طرح پیچھا کرنا ہی سب سے بڑی بدتمیزی ہے۔" جواب دیتے ہوئے بھی روز کی طرح اس کا دل دعا گو تھا کہ مطلوبہ بس جلد آ جائے۔

"ایسا بھی نہیں ہے، شریف لڑکا ہے، کبھی آوازیں کسیں نہ کوئی ذلیل حرکت کی۔"

"مجھے روز یہاں اس کی موجودگی ہی ذلیل حرکت لگتی ہے۔"

"تم اوور ری ایکٹ کرتی ہو ورنہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔" نعیمہ نے بڑے سکون سے کہا۔

"اس طرح کسی کو ان کمفرٹیبل کرنا، اس کی مرضی کے بنا پیچھا کرنا بڑی بات نہیں؟"

"اچھا تو ایک موقع دو اور سن لو، وہ کیا کہنا چاہتا ہے پھر اسے اپنی مرضی بھی بتا دینا۔" نعیمہ نے موقعے کا فائدہ اٹھایا۔

"نہ تم دودھ پیتی بچی ہو نہ وہ نہ میں۔" وہ زچ ہو گئی تھی۔

"ہم تینوں کو علم ہے اس نے کیا کہنا ہے اور میرا بات سننے سے انکار ہی میرا انکار ہے اور بس اب بات ختم کرو۔" اس کے لہجے میں بے زاری کے ساتھ ساتھ ناگواری بھی تھی۔ نعیمہ کو چپ ہونا پڑا۔ بس آ گئی اور اس نے شکر کا سانس لیا۔ وہ اب تک اپنی جگہ موجود تھا۔

☆☆☆

دو دن بعد وہ فائزہ اور امی کے ساتھ بازار گئی تھی۔ کپڑوں کی دکان سے نکلتے ہوئے پہلے اسے لگا نظروں کو دھوکا ہوا ہے لیکن جب غور کیا تو وہ فہد ہی تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا لڑکا بھی تھا مگر وہ روز کالج کے باہر والا دوست نہیں تھا۔ وہ دونوں ان ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسے لگا یہ اتفاق ہے۔ اب اسے خریداری کا ہوش تھا نہ اس میں دلچسپی بچی تھی کہ وہ دونوں ہر جگہ ان کے پیچھے تھے۔ فائزہ اور امی پوری دل جمعی سے دکان دکان بھٹک رہی تھیں اور وہ گھس رہی تھی۔

گھر پہنچ کر رکشا سے اترتے ہوئے جب اس نے دور اس کی بائیک دیکھی تو دل دہل گیا۔ آج ہی بازار والے اتفاق کے بعد اس نے پیچھا کرتے ہوئے گھر دیکھا تھا یا یہ سلسلہ پرانا تھا، جو بھی تھا اسے آج خبر ہوئی تھی۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے اس کے گھر تک آ گیا ہے، اس احساس نے پہلی بار ہلکا سا خوف اس کے اندر پیدا کیا تھا۔ یہ خوف کہ گھر والوں اور آس پڑوس والوں کو کچھ پتہ چل گیا تو۔؟

ساری رات کی بے چینی اور سوچ بچار کے بعد اگلے دن اس نے نعیمہ سے مدد مانگی۔

"چوں کہ تم اس سے بات کرتی ہو، بہانے سے ہمیں ایک دوسرے سے ملوا بھی چکی ہو، اس لیے میرا کام کرو پلیز اس سے کہو میرا پیچھا نہ کیا کرے، کل وہ بازار سے گھر تک میرے پیچھے تھا، کسی نے ایسے دیکھ لیا تو میں کس کس کو صفائی دوں گی۔"

اس کی سنجیدگی اور سراسیمگی دیکھ کر نعیمہ فوراً مان گئی۔ اس دن وہ دونوں سب سے آخر میں باہر نکلیں۔ تب تک معمول والی بھیڑ چھٹ چکی تھی۔ اس کا رخ ذیلی اسٹاپ کی طرف تھا اور نعیمہ سست قدموں سے اس سے پیچھے چلتے ہوئے، فہد کے پاس رک گئی تھی۔ کچھ دیر بعد نعیمہ اس سے بات کر کے اس کے پاس آئی۔

"وہ کہہ رہا ہے تم ایک بار اس کی بات سن لو۔"

"اور تم اس کا پیغام لے کر چلی آئیں؟" اسے غصہ آ گیا۔

"میں نے تمہیں یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے اینڈ کرنے بھیجا تھا۔"

"تو کیا کروں یار۔ میں نے کہا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم گھر بازار تک پہنچ گئے، یہ سب نہ کرو لیکن وہ میری بات کیوں ماننے لگا؟" وہ چپ رہی مگر چہرہ طیش کے مارے لال ہونے لگا تھا۔

"تم اس سے مل کر بات سن لو تو اس کی بھی تسلی ہو جائے گی اور تمہیں جو کہنا ہے وہ بھی کہہ دینا۔"

"تم کیوں اس کی اتنی طرف داری کرتی ہو؟ جب کہ جانتی ہو مجھے نہ وہ پسند ہے نہ اس کی حرکتیں۔"

"مجھے وہ مخلص لگتا ہے، ورنہ میں ملنے یا بات کرنے پر اصرار نہ کرتی۔" اس کا وہی پرانا راگ۔

"میری دوست ہو یا اس کی؟"

"تمہاری دوست ہوں اور ایک محبت کرنے والے بندے کو تم ٹھکرا کر پچھتاؤ نہ، یہ چاہتی ہوں۔"

"لکھ لو کہیں، میں نہیں پچھتاؤں گی، مجھے نہیں چاہیے ایسے انسان کی محبت جو مقابل کی رائے، مرضی



Scanned with CamScanner

اور بے آرامی کو کچھ نہ سمجھے۔" تب ہی بس آ گئی اور باقی راستہ بھر وہی پرانی بحث چلتی رہی۔

وہ گھر سے باہر نکلنے کو جھجکنے لگی تھی۔ اسے لگتا وہ کہیں موجود ہی ہوگا۔ اگر کبھی کہیں چلی جاتی تو سارا وقت اس کی نظریں اسے ڈھونڈتی رہتیں اور اکثر وہ دکھائی بھی دے جاتا تھا۔

کیمپس میں شکایت کرنے کا کوئی فائدہ تھا، نہ ہی راستے میں اس سے سوال کرنے یا بے عزت کرنے کا۔ اسے یہی مناسب لگا کہ نظر انداز کرتی رہے اور اس نے یہ ہی کیا لیکن اب، خود کرنے والے کتنے ہی کام وہ فائزہ اور مدیر سے کروانے لگی تھی تا کہ باہر نہ نکلنا پڑے۔ اپنی زندگی پر فہد کا یہ ان دیکھا اور بلواسطہ تسلط اسے بہت برا لگتا تھا۔ ایک عجیب سی کوفت اور بے چینی ہمہ وقت اس پر سوار رہنے لگی تھی۔ رات میں آنکھ کھلتی تو لگتا وہ اب بھی کہیں سے اسے دیکھ تو نہیں رہا۔

اپنی پریشانی نعیمہ کو بتائی تو اس کے پاس جو مشورے ہوتے وہ اس کے لیے ناقابلِ قبول تھے۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ یسرا اس سے ملے اور نعیمہ کے مطابق اسے مل لینا چاہیے تھا۔ ان کا یہ آخری سمسٹر تھا کچھ دن بعد کیمپس چھوٹ ہی جانا تھا وہ اسی انتظار میں تھی۔ پرچوں کی تاریخ کا اعلان ہوتے ہی ہمیشہ اسے لگتا تھا دن بھاگ رہے ہیں اور اب وقت اسے رینگتا محسوس ہو رہا تھا۔ امتحانوں سے پہلے زیادہ سے زیادہ وقت ملنے کی طلب گار، اب چاہتی تھی کی جلد سے جلد امتحان ہو اور اسے پھر کبھی کیمپس نہ آنا پڑے۔

☆☆☆

اندر آتے ہی اس کے چہرے پر برہمی پھیل گئی۔ وہ پلٹ کر اماں کو آواز دینے لگا تھا کہ رک گیا۔ اسے خود احساس تھا وہ بچوں کی طرح ان سے، اثیلہ کی شکایتیں لگا رہا تھا لیکن ان کے علاوہ اور کوئی تھا بھی تو نہیں جس سے وہ یہ سب کہتا۔

اس کی امی کی وفات کے بعد ابا نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ اماں، ابا کی خوش دامن ہی نہیں خالہ بھی تھیں۔ وہ کم عمر تھا اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں لہٰذا بیٹی کے جانے کے بعد، وہ داماد اور نواسے کے ساتھ رہنے لگی تھیں۔ امی کے بارہ سال بعد ابا بھی دار فانی سے چلے گئے۔ اس کے والد سی اے تھے، ان کی اپنی فرم تھی۔ اس نے بھی باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی پیشے کا انتخاب کیا تھا۔ دوسری کوشش میں امتحان پاس کرنے کے بعد اس کے پاس والد کا جما جمایا کام اور دفتر موجود تھا۔ اس نے ان کے ساتھ ہی کام شروع کیا تھا اور اب ان کے بعد فرم وہی سنبھال رہا تھا۔ ماموں نئی بنی کالونی میں نیا مکان تعمیر کروا رہے تھے، انہوں نے صاحب اور اماں کو پیشکش کی کہ وہ ابا کا مکان فروخت کر کے ان کے ساتھ والا پلاٹ خرید کر نیا مکان بنوا لیں۔ اس کی خالہ، پھوپھو اور بڑے ماموں بھی اسی علاقے کے آس پاس مقیم تھے۔

نیا اور بہتر علاقہ تھا اور شہر سے دور ہونے کی وجہ سے پلاٹ بھی، رعایتی داموں میں مل رہے تھے۔ کچھ اماں کی تنہائی اور ان کی اس عمر میں دوسرے بچوں کے قریب رہنے کی خواہش کا خیال کرتے ہوئے وہ مان گیا تھا۔ اس نے بڑی محنت، محبت اور توجہ سے اپنا چھوٹا مگر بے حد خوب صورت گھر تعمیر کیا تھا۔ انہیں یہاں منتقل ہوئے ایک سال ہونے آیا تھا۔

یہاں آنے کے بعد اثیلہ کے جذبات اس کے لیے کب بدلے اسے علم نہیں تھا۔ جب اتفاقات عام ہونے لگے تو وہ ٹھٹھکا۔ پہلی سوچ یہ ہی تھی کہ وہ اس کی حوصلہ شکنی سے سمجھ جائے گی، رک جائے گی کہ معاملہ یک طرفہ ہے اور اسے دو طرفہ کرنے میں دوسرے فریق کو دلچسپی بھی نہیں۔ اول اول اسے برا لگتا تھا کہ اس کے سرد اور خشک برتاؤ سے، بے چاری کے نازک جذبات کو ٹھیس پہنچے گی مگر ادھر کوئی اثر ہی نہیں تھا۔ اس نے اپنا دل بھی ٹٹولا کہ شاید گنجائش نکلتی ہو۔ وہ خوب صورت تھی، اکلوتی تھی، خود سے اس میں دلچسپی لے رہی تھی، ماموں معاشی طور پر خاندان کے

سب سے مضبوط انسان تھے لیکن دل زور و شور سے نعرہ لگا رہا تھا "نہیں نہیں یہ نہیں!" بلا خر اس نے اماں سے بات کرنے کی ٹھانی۔

"آپ ذرا اُنیلہ کو سمجھائیں یا صاف بات ہی کرلیں۔"

"ہیں! کیا سمجھاؤں؟"

"آپ نے کچھ غور نہیں کیا؟" وہ جھنجھلایا۔

"کیا غور نہیں کیا؟"

"آپ کچھ دن غور کریں، بہت توجہ سے غور کریں اور پھر بتائیں۔" وہ مزید وضاحت دیے بغیر چلا گیا تھا۔ اتنے برسوں میں اماں سے اس کا رشتہ ایسا ہو چکا تھا کہ وہ ان سے ہر بات کہہ لیا کرتا تھا لیکن اُنیلہ کے بارے میں صاف بات کرنا، آسان نہیں تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا وہ بھی اسے پسند کرتی ہیں۔

اماں نے واقعی غور کرنا شروع کیا اور پھر سر تھام لیا۔ انہیں تب بیٹے کے پاس بلانے کی اصل وجہ بھی سمجھ آئی، جب کہ صاحب اپنی ناپسندیدگی اور بے زاری واضح کر چکا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ انہیں دونوں بچے اور ان کی خواہشات بھی عزیز تھیں۔

وہ سلیقہ مند انسان تھا۔ چیزیں جگہ پر اور کمرہ ترتیب سے رکھتا تھا اور اس وقت اُنیلہ یہاں اپنی مہربانیوں کے نشان چھوڑ گئی تھی۔ ترتیب تو ویسی ہی تھی لیکن معمولی سی تبدیلی بھی اس سے چھپ نہیں تھی یا شاید مقصد ہی یہ تھا کہ وہ جان جائے کہ اس کے کمرے کو "سنوارا" گیا تھا۔ اس کا ضبط جواب دے گیا تھا وہ کنگ ڈیسک پر رکھے گل دان کو دیکھ کر، جس میں زرد اور سفید گلاب سجے تھے۔

کزنز کے بیچ باتوں باتوں میں، جب وہ اس کی پسند ناپسند اگلوا رہی تھی تب اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا، یہ معلومات کب اور کیسے استعمال میں لائی جائیں گی۔ اس کا دل چاہا۔ پھول اور گل دان دونوں اتنی قوت سے، کھڑکی کے باہر پھینکے کہ وہ ماموں کے احاطے میں جا گرے۔ اگر وہ اس کے رویے کو سمجھنے سے قاصر تھی تو اب دو ٹوک اور دو ٹوک بات کا وقت تھا۔

اماں غور کرنے کے بعد اب فکر مندی تھیں۔ کہا تو اس سے کچھ نہیں تھا مگر وہ جانتا تھا، ان کے لیے اُنیلہ سے اس موضوع پر بات کرنا آسان نہیں۔

غسل کے بعد، تر و تازہ ہو کر اس نے باورچی خانے میں جا کر اماں اور اپنے لیے چائے بنائی۔ وہ دونوں شام کی چائے ساتھ پیتے تھے، مگر آج وہ فون پر اپنی بہنی سے بات کر رہی تھیں، وہ جانتا تھا یہ گفتگو مغرب کی اذان سے پہلے ختم نہیں ہوگی لہٰذا انہیں چائے دے کر خود باہر چلا آیا۔ اماں اور ان کی بہنی نہ صرف سیریل اور ڈرامے دیکھنے کی شوقین تھیں بلکہ انہیں ان پر، گھنٹوں گفتگو کرنا دیکھنے سے زیادہ پسند تھا۔

دائیں طرف ماموں کا گھر تھا۔ داخلی گیٹ الگ تھے اور احاطوں کے بیچ مختصر سی دیوار اور چھوٹا سا خوب صورت گیٹ تھا۔ ماموں کے مکان کے مقابلے میں اس کا گھر چھوٹا تھا۔ ہال، تین کمرے اور باورچی خانے پر مشتمل اس کا مکان جدید سہولتوں اور آرائشوں سے مزین تھا۔ باہر سے دیکھنے والا ہو یا اندر آنے والا، ہر کوئی متاثر ہوتا تھا۔

احاطہ بھی زیادہ بڑا نہیں تھا۔ کار شیڈ کے بعد باقی بچی جگہ میں رکھے خوب سارے چھوٹے بڑے گملے اور ان میں موجود پودے، پھول اماں کے شوق اور محنت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ مختصر سے پورچ میں لکڑی کے چوڑے دروازے کے دائیں، طرف دو کرسیاں اور اتنی چھوٹی تپائی تھی کہ اس پر صرف درمیانی سی ٹرے رکھی جا سکتی تھی۔ اسے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ حسب توقع اُنیلہ نظر آئی۔ ریشم جیسے ملائم، سیدھے اور چمکیلے بال پشت پر کھلے تھے، لائنر، نمایاں لپ اسٹک اور ہلکا زرد سوٹ، نظر پڑتے ہی معمول کی طرح صاحب نے کوفت زدہ ہو کر، نگاہ ہٹالی لیکن فوراً کچھ دیر پہلے کیا فیصلہ یاد آیا تو سر اٹھا کر اسے آواز دی۔

"اُنیلہ!" اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ اسی بات کا تو

اسے یقین تھا، مسلسل پانی گرتا رہے تو سوراخ ہو ہی جاتا ہے اور سایب تو پتھر بھی نہیں تھا۔

"جی۔" وہ مسکراتی ہوئی پلک جھپکتے ہی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کپ تپائی پر رکھا اور خود کو تیار کیا۔ اس پل اسے احساس ہوا جتنا آسان اس نے سمجھا تھا یہ اتنا سہل نہیں تھا۔

"تم آج میرے کمرے میں گئی تھیں؟"

"ہاں، یہاں اتنے پیارے پھول کھلے تھے اور آپ کو پسند ہے زرد اور سفید گلاب اس لیے میں نے واز میں ڈال کر کمرے میں رکھے ہیں۔"

"صبح میں نے بھی وہ پھول دیکھے تھے اگر اپنے کمرے میں رکھنے ہوتے، تو یہ کام میں بھی کر سکتا تھا۔"

"آپ اتنی سی بات پر ناراض ہو رہے ہیں۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے سر جھکا کر دوپٹے کا کونا انگلی پر لپیٹنے لگی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے، وہ ہی سمجھا رہا ہوں۔ کسی کی پرائیوسی اور اسپیس وائلیٹ کرنا معمولی بات نہیں ہے، خاص طور پر اس وقت جب اس انسان کو سخت ناپسند بھی ہو۔"

"آپ اتنے بے حس تو نہیں ہیں کہ دوسرے کے جذبات کا احساس نہ ہو۔" سایب دوٹوک بات کرتے بیٹھا تھا مگر اسے، اس کی جانب سے ویسے ہی کھری بات کی امید نہیں تھی لہٰذا اپنی بھرپور کھلا گیا۔

"اُشیلہ! میرا خیال تھا تم اتنی سمجھ دار تو ہو جو میرے رویے سے جان جاؤ گی کہ میں تمہارے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا، اس کا مجھے افسوس ہے لیکن تم یہ حقیقت قبول کر لو تو ہم دونوں اس اَن کمفرٹیبل سچویشن سے بچ سکتے ہیں۔"

"آپ اپنا وقت لیں، مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ جذبے سچے ہوں تو وہ اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔" وہ سر اٹھا کر جس اعتماد سے مسکرائی، سایب کا دماغ ہی گھوم گیا۔

"آج آپ ایسا کہہ رہے ہیں لیکن ضروری نہیں چند دن بعد بھی آپ کی سوچ یہ ہی ہو۔" اس کا پُریقین لہجہ کہہ رہا تھا، وہ اپنی خیالی دنیا میں بہت آگے تک چلی گئی ہے۔

"یہ فلم یا ناول نہیں ہے، اصل زندگی ہے اور میں خود شناس بندہ ہوں۔ میں نے اپنا خیال بلکہ اپنا جواب تمہیں بتا دیا ہے اور امید کرتا ہوں تم اب میرے کمرے میں نہیں جاؤ گی۔" وہ کپ اٹھا کر اندر چلا گیا۔

اُشیلہ وہیں بیٹھی رہی۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا مگر اس وقت اسے سایب کی طرف سے کسی مثبت بات کی توقع بھی نہیں تھی۔ اسے یقین تھا وہ ہمیشہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا، اسے اپنی چاہت پر بھروسا تھا، وہ مان چکی تھی آج نہیں مگر جلد ہی وہ اس کی محبت قبول کر لے گا، اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے گا۔ وہ اتنی مطمئن اس لیے بھی تھی کہ اسے اپنے والدین کے ارادوں کی بھنک تھی۔

☆☆☆

امتحان سے کچھ دن پہلے کلاسیں بند ہو گئی تھیں اور عین اسی وقت، نعیمہ کے نوٹس گم ہو گئے۔ بڑی منتیں کر کے اس نے سیما کو قائل کیا کہ دونوں کے گھروں کے درمیان پڑنے والی، مشہور کاپی شاپ میں ملیں اور وہیں نعیمہ فوٹو کاپی کروا کر اسے نوٹس واپس کر دے گی۔ کاپی شاپ پہنچ کر وہ اس کی بتائی دیوار کے ساتھ آخری میز پر جا بیٹھی تھی۔ نعیمہ کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا وہ پانچ منٹ میں پہنچ رہی ہے۔

نوٹس کی ورق گردانی کرتے ہوئے وہ انہماک سے پڑھنے لگی تھی۔ اس کی آمد پر قلم اندر ہی چھوڑ کر نوٹس بند کیے اور سر اٹھایا اور اس قدر شدید غصہ آیا کہ نعیمہ کو دل میں کوس ڈالا۔ اس نے اسے نظر انداز کر کے نعیمہ کو فون کیا مگر ادھر بس رنگ جاتی رہی۔

"پلیز نعیمہ پر غصہ نہیں کرنا، اس کا کوئی قصور نہیں میں نے ہی بہت منتیں کی تھیں۔" وہ بڑے انداز سے مسکراتے ہوئے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہونٹ سختی سے بند کرتے ہوئے فون

بیگ میں ڈالا اور کھڑی ہو گئی۔

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" وہ جو مسلسل اسے دیکھ رہا تھا، اس کے اٹھنے پر گڑبڑا کر التجا کی۔

"پلیز دو منٹ میری بات سن لو۔" وہ غصے سے کرسی کھسکا کر کھڑی ہوئی تھی اور اس شور نے وہاں موجود چند افراد اور عملے کو اس کی سمت متوجہ کر دیا تھا۔ معنی خیز اور چبھتی نظریں، دبی دبی مسکراہٹ، بےزاری اور تاسف ان چند چہروں میں سب کچھ تھا، وہ بیٹھ گئی۔ دنیا کے لیے یہ معمولی بات تھی۔ ایسی جگہوں پر 'جوڑوں' کی لڑائی اور ناراضی تو اب عام تھی۔

"آج یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو ہی جائے۔" اس نے سوچا۔ وہ واپس بیٹھی تھیں لیکن 'کہو' والے انداز میں اسے دیکھا۔

"تم مجھے اچھی لگتی ہو۔" اس نے انگریزی میں کہا اور وہ اندر سے بری طرح بل کھا کے رہ گئی۔

"لیکن مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اس لیے آج یہ بات یہیں ختم کرو اور آئندہ مجھے نظر مت آنا۔"

"تمہیں کوئی اور پسند ہے؟"

"میں تمہیں یہ سب کیوں بتاؤں؟ جو جواب دیا اتنا کافی ہے۔"

"تمہیں کسی اور سے محبت ہے؟"

اب کے اس نے بری طرح گھورا لیکن وہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"کلاس فیلو ہے یا کزن یا۔"

"کوئی نہیں ہے۔" وہ زچ ہوئی۔

"پسند ناپسند کرنا میرا نہیں میرے والدین کا کام ہے۔" چند الفاظ کا اسراف کتنا بھاری پڑنے والا تھا اس وقت اسے اندازہ نہیں تھا۔

وہ بڑے جذب سے مسکرایا۔

"اچھا تو تم مجھے رشتہ بھیجنے کو کہہ رہی ہو۔"

اس کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔ موقعے اور بندے کے لحاظ سے نہایت نامعقول بات منہ سے نکلی تھی۔ وہ بےباک نظروں سے اسے دیکھتا مسکرائے جا رہا تھا۔

"بالکل نہیں۔"

"میں سیریس ہوں، سچ میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔" ایک پل کے لیے بھی اس کی آنکھیں اس کے چہرے سے ہٹی نہیں تھیں اور یہ نظریں، اسے ذرا اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔ دل کر رہا تھا کسی طرح ان نگاہوں کو چہرے سے کھرچ دے۔

"واقعی میرے لیے کچھ کر سکتے ہو تو آج کے بعد مجھے نظر مت آنا نہ میری کسی سہیلی سے رابطہ کرنا، مجھے تم پسند ہو نہ تم میں دلچسپی ہے۔" تو نس سینے سے لگا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"دماغ خراب تھا میرا جو رک کر اس کی بات سنی۔" وہ تیزی سے چلتی خود کو کوس رہی تھی۔

ابھی کافی شاپ کے احاطے میں ہی تھی کہ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

"سیما!" اس کا خون کھول اٹھا۔ کس بے تکلفی سے پکارا تھا اس نے۔ اس نے قدموں کی رفتار بڑھا دی۔ دونوں جانب بڑے بڑے گملوں اور پام کے پودوں کی وجہ سے، باہر نکلنے کا راستہ عام دروازے اتنا ہی تنگ تھا۔ وہ اس سے چند قدم ہی دور تھی کہ فہد نے سامنے آ کر راستہ روکا۔

"تمہیں کسی سے محبت نہیں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے یقین ہے، ایک دن تمہیں مجھ سے پیار ہونا ہی ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے تم میرے لیے کیا ہو۔"

وہ بازو سے نکل کر جانے لگی تھی کہ اس نے پھر آگے آ کر راستہ روکا۔ وہ کمزور یا ڈرپوک نہیں تھی لیکن جس دیدہ دلیری سے وہ اسے روک کر، اتنے قریب سے اپنی بات کہہ رہا تھا کہ پہلی بار، اس کے اندر خوف جاگا اگر اسے چھو لے پکڑ لے تو۔ دل بری طرح کانپنے لگا تھا۔

"تمہیں ایک دن نہ دیکھوں تو۔" وہ بول رہا تھا اور اس نے دوسری طرف سے نکلنے کی کوشش کی،

اس نے سابقہ انداز میں پھر راستہ روکا۔ محبت میں ڈوبے، جذبات سے لبریز، جنونی انداز میں ادا ہو رہے الفاظ اسے ہراساں کر رہے تھے۔ اسے روکنے کے لیے فہد نے اسکارف کا کونا پکڑا، اب وہ رونے کو تھی۔ باہر جانے کا راستہ تنگ سا تھا۔ آگے جانے اور روکنے کی کوشش میں نوٹس کا پلندہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" تب ہی پیچھے سے انگریزی میں کسی نے دریافت کیا۔ فہد کی زبان تھم گئی، وہ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر اس مسیحا مدد کو دیکھا، صاحب نیچے جھک کر نوٹس اٹھا رہا تھا۔

"اسے میرے پیچھے نہ آنے دیں پلیز۔" وہ سیدھا ہوا تو سیما نے ہاتھ بڑھا کر نوٹس جھپٹے اور دوڑ کر باہر آئی۔ اسی وقت وہاں رکشا سے کوئی اترا، وہ سیدھا اندر بیٹھ گئی۔

"جلدی چلیں بھیا۔"

فہد کو لگا وہ کافی شاپ کا مالک یا منیجر ہے، اسی لیے اس کی سوالیہ اور سخت نظر کے جواب میں صلح جو انداز میں ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ صاحب نے مڑ کر دیکھا اور رکشا کے آگے بڑھنے تک اس کا راستہ روکے وہیں کھڑا رہا۔ رکشا نظروں سے اوجھل ہوا تب وہ ایک طرف ہٹا، فہد باہر نکل گیا۔

وہ شادی دفتر کے علاوہ باہر کلائنٹ سے ملتا تھا اور آج یہ بھی اتفاق ہوا تھا کہ کلائنٹ کسی ایمرجنسی کی وجہ سے آ نہیں سکا تھا۔ وہ اپنی کافی ختم کر رہا تھا تب وہ کرسی کے شور پر بغل والی میز کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے پیچھے جب فہد بھی باہر بھاگا تو اس کی چھٹی حس نے اسے بھی کافی چھوڑ کر ان کے پیچھے جانے پر مجبور کیا تھا۔ لڑکی کا چہرہ اسے شناسا سا لگ رہا تھا لیکن ذہن پر زور دینے کے بعد بھی اس کی پہچان واضح نہیں ہو رہی تھی۔

"شاید کسی جاننے والے کی شباہت ہو اس لیے ایسا لگ رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

گھر پہنچنے سے پہلے ہی نعیمہ کی کالیں شروع ہو گئی تھیں۔ اس نے فون سائلنٹ پر کر دیا، نہ کال منقطع کی تھی نہ فون بند کیا تھا۔ یہ اس کے غصے کا اظہار تھا۔

گھر میں کسی اور کو نہیں مگر دادی کو کسی غیر معمولی پن کا ادراک ہو گیا تھا۔ کوئی اور پوچھتا بھی تو اس نے بہانہ بنانا تھا۔ دادی نے پوچھا اور اس نے ساری بات بتا دی اور رو پڑی۔

"اگر اب اس کے بعد بھی تنگ کیا تو مدبر کو بتا دیں گے، وہ دیکھ لے گا اسے۔" دادی نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"نہیں دادی! خوامخواہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا، مدبر میں تدبر ہے نہ برداشت، وہ سیدھا لڑائی جھگڑا اور ہاتھا پائی پر اتر آتا ہے۔ ایگزامز کے چند دن جاتا ہے کیمپس، یہ وقت کسی طرح گزر جائے بس۔"

"ہمم۔" مدبر اس سے ایک سال چھوٹا تھا مگر گھر میں سب اس کے مزاج سے خائف رہتے تھے۔

"میرا فیورٹ پین بھی وہیں کہیں گم ہو گیا۔" اس نے نوٹس کے اندر سے پین نکالے بنا ہی اسے بند کر دیا تھا، نوٹس اٹھا کر چلتے ہوئے وہ شاید کہیں گر گیا تھا۔ اس کے کھونے کا اسے بے حد افسوس تھا۔

"پین کا افسوس چھوڑو، کوئی اونچ نیچ نہیں ہوئی یہ اچھی بات ہے۔ تم نعیمہ کو بلانا ذرا گھر، میں پوچھوں گی اس سے کیوں کی اس نے ایسی بے ہودہ حرکت۔"

لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی، شام کو وہ خود ہی آ گئی۔ دادی نے اس کی خوب کلاس لی جو اس نے سر جھکا کر سنی اور معافی بھی مانگ لی۔ وہ تو شکر تھا ان کی کنبیلی ان سے ملنے آ گئیں اور نعیمہ کی خلاصی ہوئی۔

"اب تم بھی معاف کر دو۔" اس نے سنجیدہ چہرے اور سرد نگاہوں والی سیما کے آگے ہاتھ جوڑے۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اب کچھ کہو بھی، چاہو تو دو چار لگا بھی دو، اف تک نہیں کروں گی۔" اس کی چپ پر اس نے اکسایا۔

"تم دونوں کا ایک ہی مسئلہ ہے۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے سپاٹ چہرہ لیے گویا ہوئی۔

"کیا؟"

"دوسرے کی مرضی کا احترام ہے نہ اپنی لسٹ پتا ہے۔" نیمہ کا چہرہ بجھ گیا۔

"مجھے تمہاری دوستی اور خلوص پر شک نہیں ہے نیمہ! اگر تمہارا یہ رویہ مجھے ذرا نہیں پسند کہ جو تمہیں پسند ہے یا میرے لیے اچھا اور مناسب لگتا ہے، تم اسے میری خواہش اور مرضی سے قطع نظر مجھ پر لادنے کی کوشش کرتی ہو، وہ چاہے ساؤتھ انڈین ریسٹورنٹ کا اونین اتھپا ہو، اسٹرابیری ملک شیک یا یہ نالائق انسان۔"

"میری توبہ، جو اب تمہارے لیے کچھ آرڈر کیا۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "لیکن ایک بات کا سچ سچ جواب دو۔" وہ اس کے قریب کھسکی۔

"تم کیوں فہد کو ریجیکٹ کر رہی ہو؟ وہ اسمارٹ نیک اور شریف لڑکا ہے، اچھے گھرانے سے ہے، ایجوکیٹڈ ہے، چھوٹا موٹا ہی سہی خاندان کا ذاتی بزنس ہے، رشتہ بھیجنے کو تیار ہے، دوسرے لڑکوں کی طرح فلرٹ یا ٹائم پاس اس کا مقصد نہیں ہے ورنہ آج کل کیا ہوتا ہے تم بھی جانتی ہو، اپنے کیمپس میں ہی کتنی مثالیں موجود ہیں۔"

"مجھے اس کی اچھائیوں سے انکار ہے نہ کوئی سروکار۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہ عام لڑکوں کی ح فلرٹ یا ٹائم پاس نہیں تو مجھے خوشی خوشی اسے کرنا ہی بنتا ہے، وہ کیمپس کے باہر چکر لگانے، ے ذریعے پیغام بھجوانے یا ملاقات کرنے کی میری بے خبری میں سیدھا رشتہ بھیج دیتا تو میں یصلہ امی ابا پر چھوڑتا تھا اور کیا پتا انہیں پسند بھی تا۔ میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ارینج میرج ہی ہوتا ہے اور کوئی بڑا ایشو نہ ہوا تو میں فیصلہ امی ابا پر چھوڑ دوں گی کہ اب۔" اس نے وقفہ لیا۔

"جو پسند اور محبت جیسے معاملے میں زبردستی کر سکتا ہے، جس کے نزدیک عورت کے انکار کی اہمیت نہیں ایسے انسان کو میں جان بوجھ کر اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔"

"تمہارا یہ جواز مجھے ہضم نہیں ہوتا، مجھے لگتا ہے تم ضد میں ایک غلط فیصلہ کر رہی ہو، ایسا محبت کرنے والا قدر کرنے والا بندہ روز روز نہیں ملتا۔"

"میں ضد کر رہی ہوں؟" اس نے حیرانی سے آنکھیں بڑی کیں۔

اسی وقت فائزہ چائے لے کر آئی۔

"بہت دن بعد آئیں آپ نیمہ آپی۔"

"ہاں وقت ہی نہیں ملتا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ وہ دونوں اسکول سے ایک ساتھ تھیں۔ ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

اس کے بعد انہیں موقع نہیں ملا کہ اور اس موضوع پر بات ہوتی۔ جب نیمہ جانے لگی تو سیما نے کہا تھا۔

"اب ہم اس موضوع پر کوئی بات نہیں کریں گے، اگر وہ اب بھی باز نہ آیا تو میں مدیر کو بتا دوں گی۔" حالاں کہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر وہ چاہتی تھی، نیمہ یہ بات فہد کے کانوں میں ڈال دے۔

☆☆☆

آج اماں آئی تھیں۔ باتوں باتوں میں بچوں کی شادی کا ذکر نکلا تو انہوں نے سابب کا ارادہ انہیں بتایا اور اپنی مشکل بھی۔

"یہ تو کوئی پریشانی والی بات نہیں۔ تم کہہ دو کہ خاندان میں اتنی لڑکیاں ہیں، کسی ایک کو چننے میں ڈر لگتا ہے کہ باقیوں کے ساتھ زیادتی نہ ہو یا آپس میں برائی نہ پیدا ہو جائے۔" دادی نے مشورہ دیا۔

"یا مناسب یہ ہوگا کہ صاف صاف کہہ دو سابب خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"ہاں یہ زیادہ بہتر ہے۔" اماں کو دوسری بات زیادہ بھائی۔

"نعیم نے مجھے انیلہ کے لیے اشارہ دیا تھا، مجھے بھی پسند تھی مگر اب صاحب کی مرضی نہیں ہے تو میں نے اس سے ان سب کا ذکر نہیں کیا۔"

"کر دیتی، کیا خبر تب وہ مان جاتا۔"

"یہ ہی تو میں نہیں چاہتی وہ دل پر جبر کر کے میری خاطر مان جائے۔"

"ہاں بچوں پر اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونا چاہیے۔" دادی کا موقف بھی وہی تھا۔

"مگر تم جلدی کہہ دو یہ بات پھر لڑکی ڈھونڈنا بھی وقت طلب کام ہے، ویسے پہلے صاحب سے پوچھ لو کیا پتہ اس نے پہلے ہی پسند کر رکھی ہو۔"

"پوچھا تھا۔۔" اماں نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"وہ کہتا ہے یہ کام آپ کریں، مجھے اب تک کوئی پسند نہیں آئی اور میرے بھروسے رہیں تو جانے کتنے برس اور گزر جائیں گے۔" دادی کو ہنسی آ گئی۔

"بڑا شریف ہے تمہارا نواسہ۔"

"ہے تو!" اماں کے چہرے اور لہجے میں فخر تھا۔

اور پھر اماں نے نبیلہ کی صلاح پر عمل کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ انہیں اچھی اور صاحب کے لیے موزوں لڑکیاں دکھائی جائیں کیونکہ وہ خاندان کی لڑکی سے شادی کے لیے منع کر چکا ہے۔

سب کا ملا جلا ردعمل تھا لیکن انیلہ اور اس کے والدین کو واضح طور پر یہ بات پسند نہیں آئی۔ نعیم نے خود صاحب سے بات کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے رد کر دی۔

"وہ کم عمر یا نا سمجھ نہیں ہے نعیم! اب تک اپنی زندگی کے چھوٹے بڑے سارے فیصلے اس نے خود کیے ہیں جو غلط ثابت نہیں ہوئے، یہ فیصلہ بھی اس نے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی اس پر کسی بھی قسم کا دباؤ ڈالا جائے۔"

اس کے بعد بیٹا بہو کے برتاؤ میں ناراضی جھلکنے لگی تھی۔

☆☆☆

امتحان کے وقت وہ واقعی باہر موجود نہیں تھا یا پھر پرچوں کی فکر اور گھبراہٹ میں اس نے دیکھا نہیں، پھر بھی وہ اس طرف سے مطمئن ہوگئی تھی مگر یہ اطمینان دیرپا ثابت نہیں ہوا۔ آخری پرچے کے اگلے دن بعد ہی اس کی امی چند خواتین کے ساتھ موجود تھیں۔

"ابھی تم چلو، کچھ ظاہر نہ کرنا نارمل رہو۔" دادی ہی واقف تھیں لہٰذا اس نے انہیں ہی بتایا کہ جس کا رشتہ آیا ہے وہ فہد دراصل کون ہے۔

امی ابا کو یہ رشتہ پسند ہی آ جاتا، اب اسی وجہ سے فکرمند تھی۔ اتنی تو تسلی تھی کہ آپا کی طرح اس کی مرضی بھی پوچھی جائے گی اور وہ ہی ہوا، امی نے اسے موبائل میں فہد کی تصویر دکھائی اور اس کی رائے مانگی۔

"بیٹا! کوئی دباؤ نہیں ہے، تمہارا دل نہ مانے تو انکار کر دو، کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔" دادی نے ہمت بندھائی۔

"ہاں اسی لیے تو پوچھ رہے ہیں۔ کچھ دن سوچ پھر جواب دینا۔" امی نے کہا اور اس نے سر ہلا دیا۔

کچھ دن بعد، وہ ماسٹرز ہوگئی ہے جب کہ لڑکا گریجویٹ ہے، اس وجہ کے ساتھ اس نے دادی کے ذریعے انکار والدین تک پہنچا دیا۔ ان سے معذرت کر لی گئی اور اس نے سکون کا سانس لیا۔

ابھی اس بات کو چار دن نہیں گزرے تھے کہ فون پر ایک لڑکی نے، اپنا تعارف فہد کی بہن کہہ کر کروایا۔ وہ اسے بھائی کی محبت اور سچائی کا یقین دلانا چاہتی تھی۔ بھائی کی شرافت اور اچھائی کے قصیدوں کے ساتھ اس کے پاس وہ کتنا اچھا شوہر ثابت ہوگا یہ دلائل بھی تھے۔ اس نے بہت تحمل سے بات کرتے ہوئے اسے سختی سے دوبارہ کال نہ کرنے کا کہہ کر فون رکھ دیا ساتھ ہی وہ نمبر بھی بلاک کر دیا تھا۔

UNovels.com

پندرہ دن بعد فہد کی امی پھر آئیں۔ اس بار وہ تنہا آئی تھیں اور رو رو کر اپنے بیٹے کی محبت اور ضد بیان کی تھی۔

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں میرے بیٹے کا رشتہ قبول کرلیں، سیما کو بلائیں میں اس سے بھی ہاتھ جوڑ کر التجا کروں گی۔ میرا بیٹا ایسے تو زندہ نہیں رہ سکے گا، کھانا، پینا، ہنسنا، بولنا سب چھوڑ دیا ہے اس نے، کیا کوئی بھی ماں یہ سب برداشت کرسکتی ہے، میرے بیٹے کی خوشی آپ کی بیٹی کے ساتھ ہے، آپ پتا کرلیں تسلی کرلیں کوئی برائی نہیں ہے میرے بیٹے میں، پھولوں کی طرح رکھے گا آپ کی بیٹی کو۔۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی، ایسا مرجھا گیا ہے کچھ دنوں میں ہی، آپ کو بھی اس پر ترس آئے گا اس کی سچائی کا یقین ہوگا۔" وہ کہے جارہی تھیں، دادی اور سیما سمیت سب ہکا بکا تھے۔

کسی طرح انہیں واپس بھیجا گیا اور اب کٹہرے میں وہ تھی۔

"مجھے بتایا تھا سیما نے۔" دادی کی آواز پر سب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"ہو کیا رہا ہے اس گھر میں؟" ابا سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"کچھ نہیں عظیم!" دادی مطمئن تھیں۔

"رشتے آتے رہتے ہیں اور انکار کے ساتھ کبھی کبھی دوسری طرف سے اصرار بھی ہوتا ہے۔ یہ لڑکا سیما کا پیچھا کرتا رہا ہے، اس نے ٹوکا روکا تو گھر رشتہ بھیج دیا اور اسے اس کی یہ پیچھا کرنے والی حرکتیں، پسند نہیں اس لیے اس نے انکار کر دیا۔ میں نے اسے منع کیا تھا گھر میں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مدبر نتھنے پھلاتے اور مٹھیاں بھینچتے ہوئے کچھ کہنے لگا تھا کہ دادی نے اسے دیکھا۔

"کوئی نامعقول حرکت نہیں کی تھی اس نے ورنہ میں ہی کہتیں، اس کی طبیعت صاف کرنے بھیج دیتی۔"

وہ لب بھینچے چپ کھڑا رہا۔

"تم اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا ورنہ خوامخواہ بات طول پکڑے گی۔ دانش مندی اسی میں ہے کہ ہم سب نظر انداز کردیں ورنہ رائی کا پہاڑ بنتے دیر نہیں لگتی۔"

"عجیب لوگ ہیں۔" امی اب شدید متعجب تھیں کہ وہ انکار کے بعد بھی یوں گڑگڑانے چلی آئیں۔ کسی کو ان کا دوبارہ آنا اور اس طرح التجا کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ ابا کے علاوہ امی، آپا، مدبر، فائزہ سب نے اس سے ڈھیروں سوال و جواب کیے۔ ابا بچوں کی پسند اور رضا کو اہمیت ضرور دیتے تھے لیکن ان کے ساتھ ایک مخصوص فاصلہ بھی رکھتے تھے۔ وہ بچوں سے دوستانہ تعلق کے قائل نہیں تھے۔

یہ بات چھپی نہ رہ سکی اور سب کو خبر ہوگئی۔ کزنز آتیں اور بڑے اشتیاق سے سب سنتیں۔ وہ حیران رہ جاتی کہ ان سب کو فہد سے ہمدردی تھی اور اکثر کو اس کا انکار نامناسب اور اکڑ لگ رہا تھا۔ وہ سرد آہیں بھرتیں، ایسا چاہنے والا ملنے کی حسرت اور دعا کرتیں جو اس کے پیچھے خوار ہورہا تھا۔

اس کے بعد ہوا یہ کہ جنگل پانے پر اس کے لیے رشتے آنے لگے۔ اسے اندازہ ہوا کہ گھر والے جلد سے جلد اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ پھر ایک رشتہ دوسرے شہر کا ہونے کے باوجود سب کو بہت پسند آیا اور اس نے بھی ہاں کردی۔

چھوٹی سی منگنی کی تقریب تھی بلکہ وہ لوگ شادی کی تاریخ طے کرنے آئے تھے اور لگے ہاتھوں انگوٹھی پہنانے کی چھوٹی سی رسم بھی پوری کررہے تھے۔

"میں مس کال دوں تب اسے ہال میں لے آنا۔" اس کی تیاری سے مطمئن امی نے نعیمہ کو ہدایت دی اور باہر نکل گئیں۔

"وہاں جاتے ہی تمہارا پہلا کام میرے لیے ایک عدد لائق لڑکا اور سسرال دیکھنے کا ہے تاکہ شادی کے بعد ہم ایک ہی شہر میں رہیں۔" نعیمہ کو اس کے



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دوسرے شہر جانے کا افسوس تھا۔

"دیور بھی نہیں ہے کوئی تمہارا ورنہ اسی پر ڈورے ڈال لیتی۔"

"ہنساؤ مت مجھے۔" سیما نے اسے کہنی ماری۔

"تمہیں پتا ہے نا ہونٹ پر کیسے زخم آجاتے ہیں۔"

"اوہو! پہلی بار اتنا کانشس دیکھا تمہیں لکس کے معاملے میں۔" نعیمہ نے پیاری سی دوست کو دیکھا جو اس وقت کریم اور سنہری لباس کے ساتھ ہلکے میک اپ میں اور نکھر گئی تھی۔ تب ہی اس کے فون پر امی کی مسڈ کال آئی اور وہ دونوں کھڑی ہو گئیں۔ ابھی دروازے میں ہی تھیں کہ ہال سے شور ابھرا۔

میں دیکھتی ہوں۔" نعیمہ آگے بڑھی۔ تب ہی راہ داری میں آپا نمودار ہوئیں۔"

"تم باہر مت نکلنا۔" انہوں نے کہا۔ وہ کیا ہوا پوچھنے جا رہی تھی مگر سننے سے پہلے آپا نے اسے اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ اس نے آگے آ کر دروازہ کھولنا چاہا اور اسے باہر سے بند پا کر مزید پریشان ہو گئی۔

"یا اللہ اب کیا ہو گیا، سب خیر ہو۔" اس کا کانپتا دل دعا کر رہا تھا اور ذہن کے پردے پر فہد لہرا رہا تھا۔

جانے کتنی دیر وہ کمرے میں ٹہلتی رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اپنی جگہ جم گئی۔ نعیمہ اندر آئی۔ باہر سناٹا تھا۔ کسی انہونی کا شبہ اسے بے دم کر رہا تھا۔

"ک ک کیا۔۔۔ ہوا؟" بڑی دقت سے اس کے منہ سے الفاظ نکلے تھے۔ ذرا دیر پہلے کا پیارا اور جگمگاتا چہرہ بے رنگ اور خوف زدہ تھا۔ نعیمہ نے اسے پکڑ کر پلنگ پر بٹھایا۔

"فہد......" نعیمہ نے اتنا ہی کہا۔

"اور؟" اس نے تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔

"وہ لوگ منگنی کیے بنا رشتہ ختم کر کے چلے گئے ہیں۔" اچانک اس کے اندر بھی سناٹا چھا گیا۔

فہد کسی فلمی ہیرو کی طرح اپنے دوست کے ساتھ وارد ہوا تھا۔ کوئی کچھ سمجھ پاتا یا اسے روکتا اس سے پہلے ہی وہ دولہے کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"میں سیم سے محبت کرتا ہوں اور اس کی شادی میرے علاوہ کسی اور سے نہیں ہو سکتی۔"

تب تک مدبر اس تک پہنچ کر اسے گھونسا لگا چکا تھا۔ دونوں کی ہاتھا پائی میں چیزیں گریں، ٹوٹیں، بکھریں اور ان کے ساتھ ساتھ ہی بننے والا رشتہ بھی۔

کسی طرح مدبر کو روکا گیا۔ دونوں زخمی ہو گئے تھے۔ فہد کا دوست زخمی فہد کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد جانے والے خاموشی سے نہیں گئے تھے۔ اپنی بے عزتی کا بدلہ انہوں نے اس سے زیادہ بے عزتی کر کے لیا تھا۔ گھر والے ان سے شرمندہ تھے، صفائیاں دیتے رہیں لیکن اب یقین اور اعتماد محال تھا۔ ان کے نزدیک تو انہیں اب دوسرے شہر میں شادی اور عجلت میں شادی کی اصل وجہ کا علم ہو گیا تھا، وہ دھوکے سے بچ گئے تھے۔

ایک بار پھر وہ بنا کسی جرم کے سر جھکائے کھڑی تھی۔ پہلے سب نے اس کا یقین کر لیا تھا لیکن اب اسے ان ہی آنکھوں میں بے یقینی نظر آ رہی تھی۔ نعیمہ نے سب کو اس کی بے گناہی کا یقین دلانے کی استعداد بھر اور جی توڑ کوشش کی۔

"یہ اس کی ماں کی آمد کی طرح معمولی بات نہیں ہے، عین منگنی والے دن یہ سب تماشہ راز نہیں رہنے والا۔" امی حد درجہ فکر مند تھیں۔

"بھابھی!" چاچی آگے آئیں۔

"اگر وہ لڑکا مناسب ہے اور اسی وجہ سے انکار کیا تھا کہ تعلیم کم ہے تو اب بھی وقت ہے اسی سے طے شدہ تاریخ پر شادی کر دیں۔" ان کے پاس اس الجھن کا فلمی حل تھا۔

"اس کے بعد جان پہچان سے رشتے آنا تو



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ناممکن ہے، کہیں سے آ بھی گئے تو آج کی طرح پھر سے۔"

"ٹانگیں توڑ دوں گا اس سالے کی اب ادھر کا رخ بھی کیا تو، ہم کیا بار بار اسے ایسا کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیں گے۔" زخمی ناک پر آئس پیک رکھے مدبر کا طیش کم نہیں ہوا تھا۔

"سب ایک بات کان کھول کر سن لیں اور یاد بھی رکھیں۔۔" دادی کا ایسا بارعب اور سخت لہجہ اس نے کم ہی سنا تھا۔

"اس پورے معاملے میں سیما کی کوئی غلطی ہے نہ قصور، اس لیے اس سے سینے، سننے اور کچھ جوتے کی توقع نہ کرے کوئی۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ خوش بخت تھی کہ اس جیسی دادی سب کی کہاں ہوتی ہیں۔

"تم جاؤ کمرے میں، فائزہ نیمہ لے کر جاؤ اسے۔" انہوں نے اسے منظر سے دور کیا۔ وہ کمرے میں چلی گئی لیکن محفل میں سب کی آرا اور تبصرے جاری تھے۔

☆☆☆

وہ اماں کو لینے آیا تو ان کے چہرے پر وہ بشاشت اور خوشی عنقا رہی جو آتے وقت تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"آپ خوش نہیں لگ رہیں۔"

"کاہے کی خوشی! منگنی ہوئی ہی نہیں۔" انہوں نے تاسف سے سر ہلایا۔

"اوہ! لیکن کیوں؟" اسے بھی حیرت ہوئی۔

اماں نے ساری روداد سنا دی۔

"پتہ نہیں کیسی نسل ہے اس دور کی، حوصلہ دکھانا اور کسی کی عزت کا خیال اور احترام کرنا وہ بہت الگ باتیں ہیں۔ کیا کام کی ایسی بہادری جو کسی کی رسوائی کا سبب بنے۔"

صائب کے ذہن میں کافی شاپ والا واقعہ تازہ ہو گیا جو اسے پوری جزئیات کے ساتھ یاد تھا۔ جس میں لڑکی کا نام بھی شامل تھا۔

"جس کی انگیجمنٹ تھی، اس کا نام کیا ہے؟" اس نے باتوں کے دوران کبھی کبھار اماں کے منہ سے سہیلی کی پوتیوں اور نواسیوں کے نام سن رکھے تھے لیکن یاد کوئی نہیں تھا۔

"سیما، بڑی پیاری بچی ہے۔"

"کیا اتفاق ہے!" بے اختیار اس نے کہا اور وہ اسے دیکھنے لگیں۔

"میں نے شاید کافی شاپ میں انہیں دیکھا تھا۔"

"ہیں؟"

"وہ لڑکا راستہ روک رہا تھا اور یہ وہاں سے جانا چاہ رہی تھیں۔"

"اور تم نے کچھ کیا نہیں تھا؟" ان کے لہجے میں ہلکا شکوہ اور افسوس تھا۔ اسے انہیں سارا قصہ گوش گزار کرنا پڑا۔

"مجھے لڑکی کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی شاید اسی لیے کہ میں نے آپ کے پک اینڈ ڈراپ کے دوران کبھی اسے یہاں دیکھا ہوگا۔"

"ہاں سیما میں شہوار کی شباہت ہے بہت۔"

اماں باقی راستہ بھی اسی موضوع پر بولتی رہیں اور وہ پرسوچ سا ہوں ہاں کرتا رہا۔

گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی انیلہ پوچھنے چلی آئی کہ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئیں اور انہوں نے اسے بھی پوری رام کہانی سنا دی۔

صائب کی سوچیں کافی شاپ والے واقعے، سیما اور آج کی واردات کے گرد ہی گھومتی رہیں۔

☆☆☆

بات یہاں ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ یہاں سے شروع ہوئی تھی۔ اگلے دن فہد کی امی کا فون آیا۔ انہوں نے پھر بیٹے کی حرکت کے لیے معافی مانگی، ان کا برا بھلا سب سنا اور آخر میں بیٹے کی اچھائیوں کے گن گائے۔ اس کے کچھ دن بعد وہ خود حاضر ہو گئیں۔ اس دفعہ ان کے ہمراہ فہد کے والد بھی تھے۔ نپے تلے انداز میں بیٹے کی حرکت پر ندامت کا

اظہار اور اولاد کی ضد کے آگے مجبوری کا رونا رونے کے بعد تلافی کے طور پر ایک بار پھر انہوں نے اس کا رشتہ پیش کیا۔ اس نے سنا تو تلملا اٹھی۔

"دماغ خراب ہے میرا جو اتنی تذلیل اور رسوائی کے بعد بھی اسے قبول کرلوں!"

اس وقت اسے خبر نہیں تھی کہ گھر میں کیا گفتگو چل رہی ہے۔ سب کی صلاح تھی کہ بلا وجہ غصہ دکھانے اور دشمنی بڑھانے کے بجائے سمجھداری اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ شریف لوگ ہیں جو معافی مانگی اور رشتہ بھی دیا ورنہ تو لوگ شیر ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر لڑکے والے تو سارا الزام لڑکی کے سر ڈال کر پلہ جھاڑ لیتے ہیں۔ انہیں کسی نقصان کا خطرہ جو نہیں ہوتا ہے۔

دونوں چاچا اور باقی رشتے داروں کا بھی یہی اصرار تھا کہ وہیں شادی کر دینا ٹھیک ہوگا۔ اس کے امی ابا بھی اس نہج پر سوچنے لگے تھے۔ آپا نے جب اس سے کہا تو اسے یقین نہیں آیا۔ وہ سیدھا دادی کے پاس پہنچی اور دادی نے ہنگامی میٹنگ بلالی۔

"اماں! جتنی بات پھیل چکی ہے اس لحاظ سے یہ ہی مناسب ہے۔ لڑکے میں کوئی برائی نہیں اور خاندان بھی اچھا ہے۔" ابا سے اسے ایسی بات کی امید نہیں تھی۔

"اور نہیں تو کیا! جتنی بدنامی ہو چکی ہے۔"

"کس کی بدنامی؟" دادی نے چھوٹی بہو کی بات درمیان سے اچک لی۔

چاچی نے کہا کچھ نہیں بس ایک نظر سیما پر ڈالی۔

"یہ سب ہمارے وقت میں ہوتا میں تب بھی اسے قبول نہ کرتی اور تم سب اس دور میں اتنے دقیانوسی موڈ میں آگئے ہو؟" دادی نے حیرت اور کچھ افسوس سے باری باری سب کو دیکھا۔

"اماں! دقیانوسی کی بات نہیں۔ آپ خود سوچیں اس رشتے میں کوئی برائی ہے نہ انکار کی کوئی خاص وجہ ہے۔"

"سیما پہلے ہی انکار کر چکی ہے۔" انہوں نے یاد دلایا۔

"اب حالات بدل گئے ہیں، سیما کے خیالات بھی بدل گئے ہوں گے۔" امی اسے دیکھتے ہوئے درمیان میں رک گئیں۔

"اماں!" چاچا ماں کے ذرا قریب آئے جو خاندان میں سب سے سمجھدار اور دور اندیش بندے مشہور تھے۔

"آپ کا زمانہ یا یہ زمانہ، ہم مڈل کلاس میں تبدیلی بس ظاہری معاملات میں آئی ہے، عزت، بدنامی، غیرت جیسے معاملات میں ہم اب بھی وہیں ہیں جہاں بیس پچیس سال پہلے تھے خاص طور پر اس وقت جب بات لڑکی کی ہو۔ ان معاملات میں قصور کس کا ہے کس کا نہیں یہ کوئی نہیں دیکھتا، نتائج اور سزا لڑکی کو بھگتنا پڑتے ہیں۔" چاچا نے سلجھے انداز میں تلخ مگر سچ بیان کیا تھا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔" دادی کا لہجہ کاٹ دار ہو گیا۔

"سیما کو وہ لڑکا اول دن سے پسند نہیں، کسی نے سوچا ہے ان حالات میں شادی کے بعد کیسی زندگی ہوگی اس کی؟ اب تو بات پسند ناپسند تک بھی نہیں رہی، اس کی وجہ سے اسے ٹھیس پہنچی ہے، ذلت اٹھانی پڑی ہے، بنا کسی غلطی کے اس نے اس لڑکے کی وجہ سے اتنا سہا ہے اور تم سب چاہ رہے ہو وہ ساری زندگی اس کے ساتھ گزارے؟"

"آپ سمجھ نہیں رہیں اماں۔" ابا نے تحمل سے کہا۔

"یہاں کوئی سیما کا دشمن نہیں نہ ہی کوئی اسے غلط اور قصوروار مان رہا ہے۔ منگنی والے دن جو ہوا اس کے بعد جتنی جلدی کہیں شادی ہو جائے اتنا اچھا۔ جس طرح یہ بات سب جگہ پھیلی ہے، جو حالات ہو گئے ہیں اس میں کوئی پروپوزل آنے کی امید نہیں اور جو موجود ہے اس میں کوئی برائی نہیں۔ سیما بھی اگر بدلی صورت حال پر غور کرے اور کھلے



UNovels.com

ذہن سے سوچ تو لڑکے میں ایسی کوئی خامی نہیں۔"

"مجھے معاف کریں ابا۔" وہ اپنی زندگی کے فیصلے میں خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔

"لیکن مجھے یہ منظور نہیں۔ آپ نے اور امی نے کھانا، کھلونا، لباس، تعلیم کسی معاملے میں ہم پر اپنی مرضی نہیں تھوپی، ہمیں سب میں انتخاب کی آزادی اور اختیار دیا تو زندگی کے سب سے اہم فیصلے میں بھی مجھے یہ آزادی اور اختیار دیں۔ میں یہ قربانی نہیں دے سکتی، جو کوفت، رسوائی اور ذلت کا باعث ہے، جس کی ضد اور ڈھٹائی مجھے صرف ناپسند ہی نہیں بلکہ اب مجھے اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے، میرے لیے اس کے ساتھ ایک پل بھی گزارنا ناممکن ہے کجا کہ ساری زندگی۔ جب میری کوئی غلطی نہیں ہے تو میں سزا بھی نہیں بھگتوں گی اور جن نتائج کی چاچا بات کر رہے تھے۔ میں ان کا مقابلہ اور سامنا کرنے کو تیار ہوں لیکن سر جھکانے، شرمندہ ہونے اور سمجھوتا کرنے کو نہیں۔" اس نے دھیمے نرم اور دبے لہجے میں کہا تھا لیکن اس کا انداز کمزور نہیں تھا۔

"تمہاری باتیں درست ہیں بیٹا! لیکن مجھے صرف تمہارا ہی نہیں سوچنا ہے۔ ابھی فائزہ ہے پھر دانیہ، شاہدہ اور ان سے چھوٹی بھی۔" کزنز کے نام سنتے ہی اسے اندازہ ہوا، اس کا باپ کس دباؤ میں ہے۔ دونوں چاچا، چاچی کے علاوہ پھوپھو، ممانی خالہ سب وہاں موجود تھے۔

"وقت کے ساتھ ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں، اس نہج پر ذہن کو سوچنے اور چلنے کے لیے تیار کر لو تو کچھ مشکل نہیں۔" وہ گویا طے کر چکے تھے۔ اسے یقین نہیں آیا، بچوں کی خوشی اور خواہش کو اولیت دینے والا باپ ایسا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

"ایک مہینے کا وقت ہے، ہم اس میں پوری کوشش کریں گے اپنے طور پر تمہارے لیے اچھا رشتہ دیکھ کر شادی کر دیں اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر یہ ہی رشتہ قبول کر لیا جائے گا۔ مجھے امید ہے تم ہمارا فیصلہ قبول کرو گی۔" اس کا رواں رواں چیخ رہا تھا کہ وہ قبول نہیں کرے گی مگر وہ چپ تھی۔ اس محفل میں وہ باپ سے مزید بحث نہیں کر سکتی تھی۔

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور چلے گئے۔ ان کے پیچھے ہی باقی سب بھی نکل گئے۔ ہال میں وہ اور دادی ہی رہ گئے تھے۔

"فکر نہ کرو۔" دادی نے اس کے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھو اور پھر اپنی دادی پر بھی، اس ایک مہینے میں ہی ان شاء اللہ ہم بہتر متبادل ڈھونڈ لیں گے۔"

"دادی!" تب ہی اکبری نے پکارا۔ "آپ کی سہیلی آئی ہیں، آپ سب یہاں بات کر رہے تھے تو میں نے انہیں باہر ہی بٹھا دیا تھا۔"

"باہر کدھر؟" دادی چونکیں۔

"پورچ میں کرسیوں پر۔" دادی نے سر پر ہاتھ مارا اور تیزی سے باہر نکلیں۔

"سوری بھئی، نہ چاہتے ہوئے بھی ہم نے سب سن لیا۔" انہیں دیکھتے ہی اماں نے خوش دلی سے کہا۔

وہ بھی سست قدم اٹھاتی ان کے پیچھے باہر آئی۔ انہیں وہاں بٹھا کر اکبری عقبی دروازے سے پوچھنے اندر آئی تھی کہ مہمانوں کو کہاں لے جاؤں مگر وہاں کا ماحول دیکھ کر چپکے سے باتیں سننے کھڑی ہو گئی تھی۔ ویسے بھی مہمان گھر جیسی ہی تھیں اس لیے بھی تردد نہیں کیا تھا۔

"السلام علیکم۔" سایب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے انہیں سلام کیا۔

دادی نے جواب کے ساتھ اسے دعائیں بھی دیں۔ سایب نے ان کے پیچھے کھڑی سیما کو دیکھا۔ اس دن وہ نقاب میں تھی آج سے کچھ مختلف لیکن پہچاننا ایسا مشکل نہیں تھا۔

"آؤ تم بھی اندر۔" دادی نے سایب سے کہا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"نہیں نانی۔" وہ اماں کی سہیلی کو نانی کہتا تھا۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ایسا ہی اِدھر بھی تھا۔

"اماں باہر اکیلی تھیں اس لیے میں رک گیا تھا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

سیما کو وہ چہرہ کچھ شناسا سا لگا۔ اس نے سوچا شاید گھر میں ہی بھی اماں کے آنے جانے کے دوران دیکھا ہوگا۔ ویسے اماں اور دادی دونوں اپنے طریقوں سے گھر میں موجود جوان لڑکیوں کی وجہ سے احتیاط کرتی تھیں۔ وہ انہیں اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا۔

☆☆☆

واپسی میں اس قصے کی تفصیل پوچھنے سے پہلے اماں خود ہی شروع ہو گئی تھیں۔

"مجھے تو آج کل کے لڑکے لڑکیوں کے چکر ہی سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔" انہوں نے گہری سانس لی۔

"اتنی ترقی اور تعلیم کی فراوانی کے بعد بھی اب تک متوسط طبقے کی عورت اپنوں کے ہاتھ بلیک میل ہوتی ہے۔ ایک ماہ میں کوئی معقول لڑکا نہ ملا تو اس بچی کو سر جھکانا ہی پڑے گا۔"

وہ پرسوچ سا خاموش تھا۔

"تمہاری نظر میں بھی کوئی معقول لڑکا ہو تو بتانا۔"

"یعنی میں آپ کو معقول نہیں لگتا؟"

"تم۔؟" وہ ششدر سی اسے دیکھنے لگیں پھر ان کے چہرے پر خوشی بکھر گئی۔

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا یہ غلط ہے؟"

"بالکل نہیں۔" ایسا نہیں تھا کہ انہیں یہ خیال نہیں آیا تھا مگر وہ اسے مجبور کر کے یا دباؤ ڈال کے یہ کام نہیں کروانا چاہتی تھیں۔ سہیلی کی فکر اور سیما سے ہمدردی اپنی جگہ مگر ان کی اولین ترجیح نواسے کی خوشی تھی۔

"سیما سلجھی ہوئی پیاری بچی ہے، تمہارے لیے بالکل موزوں بشرطیکہ تم نے یہ فیصلہ میری طرف دیکھ کر نہ کیا ہو۔"

وہ مسکرا دیا۔ اس کی نانی اس دور کے نام نہاد لبرل والدین کو مات دینے والی تھیں۔

"میں بقائمی ہوش و حواس میں بلا جبر و تشدد صمیم قلب سے اس رشتے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے مسکرا کے اپنی دوست جیسی اماں کو دیکھا۔

"گاڑی موڑو، گاڑی موڑو۔" وہ ایک دم پرجوش ہو گئیں۔ ساحب ہنس دیا۔

"گھر پہنچ کر آرام سے بات کریں۔"

"کیوں بے چاری کو ایک رات بھی فکر میں گزارنے دوں!" وہ نبیلی کو فون لگانے لگیں۔

جس دن علم ہوا تھا کہ کافی شاپ والی لڑکی ہی سیما ہے، وجہ جانے کیا تھی مگر وہ اسے سوچ رہا تھا۔ اس دن اماں کو چھوڑ کر دفتر لوٹنے کے بعد بھی وہاں سنی ساری بحث اور باتیں اس کے ذہن میں گونجتی رہی تھیں۔ سر جھٹک کر کام پر دھیان مرکوز کرنے کی سعی کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ جب دل و دماغ اس کے علاوہ کچھ اور سوچنے پر راضی نہ ہوئے تو اس نے سب کچھ ایک طرف کیا اور سنجیدگی سے بے ترتیب اور الجھی سوچوں کو ترتیب دینے لگا۔

اس نے سیما کے والد کی شرط سنی تھی اور اس کا موقف بھی۔ اس نے خود سے پوچھا، اسے اس سے ہمدردی تھی، اس کے لیے برا محسوس ہو رہا تھا، اس نے سیما کی صورت حال کو اثیلہ کی مسلسل، لبھانے کی کوشش سے ہو رہی اپنی کوفت اور بے آرامی سے جوڑا تھا یا ان سب باتوں سے ہٹ کر بھی اسے سیما واقعی اچھی لگی تھی؟ سارے جواب اسے مثبت ملے تھے۔ وہ اتنے بڑے فیصلے یوں منٹوں، گھنٹوں میں کرنے کا عادی نہیں تھا پھر بھی واپسی تک وہ طے کر چکا تھا۔

ماموں ممانی اور باقی سب کو یہ خبر سنانے سے اس نے پہلے ہی ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ یہ کام اماں نے ہی کیا۔ اثیلہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ انکار کے بعد بھی اسے جو آس تھی کہ یہ ناممکن نہیں وہ اس وقت پوری طرح ٹوٹ گئی تھی۔ چوں کہ اماں سے وہ

سیما کی منگنی ٹوٹنے اور فہد والا قصہ سن چکی تھی، اس لیے اسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کر رہا ہے۔ اسے لگا وہ اماں کے دباؤ میں ہے اور اماں کو نبیلی نے جال میں پھنسایا ہے۔ ماموں ممانی کو لگا اماں یہ بہت پہلے سے طے کر چکی تھیں انہیں بتایا اب ہے کہ ان کی دوستی اور نبیلی کے یہاں چکروں سے سب واقف تھے۔ رہی سہی کسر انیلہ نے سب کو اصل بات بتا کر پوری کر دی۔ اب سب کی رائے یہ تھی معصوم اماں نبیلی اور سیما کے چالاک خاندان کے جال میں بری طرح پھنس گئی ہیں۔

اس کا اداس چہرہ، اماں کو بھی افسردہ کر رہا تھا مگر وہ یہ سوچ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اچانک شادی کی وجہ ہے وہ جلد سنبھل جائے گی جب کہ وہ خود کو چھپائے تھی۔ وہ کزنز کی ایکس رے جیسی نگاہوں میں آ کر اپنا مذاق نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے نئے سرے سے خود کو ایک نئی جنگ کے لیے تیار کر لیا تھا۔

☆☆☆

وہ مایوس نہیں تھی مگر ابا کی باتوں نے اسے اداس کر دیا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد لمبی دعا نے اسے پرسکون کر دیا تھا۔ وہ مصلیٰ اٹھا رہی تھی کہ دادی نے اسے یہ خبر سنائی اور اچانک ہی اس کے ذہن میں کوندا لپکا۔ وہ تب بھی نعیمی مدد بن کر آیا تھا اور اب بھی۔

اس بار وہ سب محتاط تھے۔ شادی کا زیادہ شور شرابہ اور تشہیر نہیں کی گئی تھی۔ خاندان کے افراد اور نہایت قریبی دوست احباب ہی مدعو تھے اور اس کی دوستوں میں صرف نیمہ۔ فہد کی جانب سے سب کو خدشہ تھا۔ مدبر اپنے دوستوں کے ساتھ مستعد تھا کہ کہیں نظر بھی آیا فہد تو اسے بخشا نہیں ہے۔ مہمانوں کے لیے مسکراتے چہروں کے پیچھے مسلسل دعائیں اور تشویش تھی۔ بالآخر سب کی دعائیں اور احتیاط تھی کہ شادی بنا کسی رکاوٹ اور انہونی کے ہو گئی۔ رخصتی کے وقت چہروں پر تناؤ کی جگہ تبسم اس لیے بھی تھا کہ دولہا والے سب جانتے ہوئے شادی کے لیے راضی ہوئے تھے۔

دلہن بنی سیما کو دیکھ کر انیلہ کا دل بری طرح مچلا تھا۔ اس منظر کو دیکھنا اور ضبط کرنا بہت مشکل تھا۔ اس کا دل چاہ کر رہا تھا سب کو آگ لگا دے۔ اس جگہ اور اس روپ میں، سائب کے ساتھ اس نے ہمیشہ خود کو تصور کیا تھا۔ یہ تکلیف اور درد اس نے بڑے صبر اور جتن سے برداشت تو کر لیا مگر سیما کو اس حیثیت اور مقام پر قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے دل سے سائب کی خواہش نہیں نکلی تھی۔ وہ اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

اس کے احساسات ملے جلے تھے۔ اس کا دل ممنون تھا اور سہا ہوا بھی۔ سائب کے لیے تو دادی بھی اس کی مرضی پوچھنا بھول گئی تھیں۔ شاید انہیں یقین تھا اس نے ہامی ہی بھر لی ہے۔ اس نے ایمانداری سے خود سے پوچھا تھا، وہ فہد سے بچنے کے لیے شادی کر رہی ہے یا اپنی خوشی سے۔ پہلی بات تو سو فی صد سچ تھی دوسری بات میں خوشی کی جگہ مرضی زیادہ مناسب لفظ تھا۔ اس ماحول میں وہ چاہ کر بھی خوش نہیں ہو پا رہی تھی اور اب سائب کے کمرے میں بیٹھی اسی تگ و دو میں تھی کہ اس کا گھونگھٹ اٹھاتے ہی سائب کو اس کی شکل پر بارہ بجے نہ نظر آئیں۔ باہر سے اس کی کزنز کی شوخ آوازیں آ رہی تھیں جن میں گاہے گاہے اماں کی کھنکتی آواز بھی شامل ہو جاتی تھی۔

اس نے گھونگھٹ اٹھا کر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہا۔ کریم اور زرد کے مختلف شیڈز سے سجا کمرہ خوبصورت تھا۔ کمرے کی آرائش کے لیے استعمال ہوئی کلر پیلیٹ نے اسے متاثر کیا۔ فرنیچر، پردے، دیوار پر ٹنگی تصویریں، گھڑی، دیگر آرائش کا سامان سب دلکش تھا۔ وہ مبہوت سی کتنی دیر جائزہ لیتی رہی پھر گردن گھما کر شیشہ تلاش کر رہی تھی کہ سائب اندر آیا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا، دو پٹا چہرے پر گرائے یا



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اب یہ فارمنی رہنے ہی دے۔ وہ پرسوچ سی، اسی وضع میں جم گئی تھی۔

"میں نے اسپیچ تو نہیں کہا۔" سابب چھوٹے قدم اٹھاتا آگے آیا۔

"سوری۔" وہ پتا سر پر چھوڑ کر اس نے ہاتھ نیچے کیے اور سر جھکا لیا۔ اب کموئمنٹ لینا بے معنی تھا۔

"کس بات کے لیے؟" وہ سامنے آکر رک گیا۔ وہ چپ رہی۔

"تمہیں کچھ چاہیے تھا؟" وہ پراعتماد لڑکی تھی مگر اس وقت ایک اجنبی کے اس بے تکلف انداز پر ہی اس کے اندر ہلچل مچ گئی کہ اجنبی وہ تھا۔ جس نے پہلے ایک چھوٹی سی مدد کی تھی اور پھر ایک بہت بڑی اس وقت اس کے اندر کیوں کیوں کی تکرار اسے الجھا اور سہا رہی تھی۔

"تم شاید کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔"

مسلسل سوال اور باتوں کے جواب میں چپ رہنے پر بے ادبی، ناراضی یا تکبر کا گمان ہوتا ہے، یہ نادر خیال اسی کا تھا لہٰذا اب منہ کھولنا ضروری ہو گیا تھا۔

"آئینہ ڈھونڈ رہی تھی۔" وہ اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"کیا پوچھنا تھا آئینے سے؟ شاید وہی کچھ میں بھی بتا سکوں۔" اس نے ایسی دھیمی، مترنم اور خوش گوار سی مصاحبت کا تصور نہیں کیا تھا۔

اس نے جھجکتے ہوئے سر اٹھایا۔ ان کی نگاہیں ملیں، سابب کا تبسم گہرا ہو گیا اور اس کا دل شور مچانے لگا۔

"اس طرف ہے آئینہ۔"

اس نے اس کے دلکش چہرے سے نظر ہٹائے بغیر سر سے دائیں دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اسے اتنے قریب اور غور سے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ وہ بیٹھا تھا پھر بھی اس کا دراز قد اور قوی جثہ محسوس ہو رہا تھا۔ چوڑی پیشانی، سیاہ آنکھیں اور تبسم وہ بلاشبہ جاذب نظر تھا۔ اس نے آئینے کی سمت دیکھنے کے بجائے پھر سر جھکا لیا۔

"تھینک یو، اس دن بچانے کے لیے بھی اور پروپوزل کے لیے بھی۔"

"صرف پہلے والا تھینک یو قبول ہے۔"

"اپا کی کنڈیشن سننے کے بعد آپ نے ایک بار پھر مجھے اس سے بچایا ہی تو ہے۔"

"میں اتنا نیک نہیں کہ ہمدردی میں شادی کر لوں۔" سیما کو اسے دیکھنا پڑا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی حیرت اور الجھن در آئی تھی۔

"یہ عجلت میں ہوا ہے لیکن سوشل ورک والا فیصلہ نہیں ہے۔"

وہ دھیرے سے ہنسا۔

"نہیں، مجھے لو ایٹ فرسٹ سائٹ کا مرض بھی نہیں۔" ایک پل پہلے آئے اپنے بے تکے اور خوش فہم خیال کی اس قدر درست ترجمانی پر وہ سرخ ہو گئی۔

"احسان یا کسی ایسے ہی فضول خیال کے بوجھ تلے اس سفر کا آغاز مت کرو، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔" اس کی آواز میں اس بار سنجیدگی تھی۔

"یہ ایک پراپر ارینج میرج ہے۔" وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"تمھاری ایک چیز میرے پاس ہے۔" وہ اٹھ کر اپنے ورکنگ ڈیسک تک گیا۔ اسے لگا اس کی منہ دکھائی ہو گی مگر وہ قریب آیا تو بے ساختہ ہی اس نے وہ چیز جھپٹ لی۔

"یہ آپ کے پاس تھا۔" وہ اس کا پسندیدہ پین تھا جس پر اس کا نام کندہ تھا۔

"تھینک یو۔" اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ میرا فیورٹ پین ہے، مجھے لگا تھا اس دن گر کر کھو گیا ہے۔"

"ڈیم! غلطی ہو گئی۔" سابب نے تاسف سے کہا۔

"جی؟" اس کا جوش ایک دم تھم گیا۔

"یہ دیکھ کر تم اتنی خوش ہو۔" وہ کچھ سوچتا رک



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گیا۔

"اسے ہی منہ دکھائی سمجھ لو۔" اس نے جملہ بدل دیا تھا۔

"ہیں'وہ' دیکھ کر بھی اتنی ہی خوش ہوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ قلم کی بازیابی نے اس پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

"واقعی؟" وہ مشکوک ہوا۔

"اگر نہ بھی ہوئی تو ایکٹنگ کرلوں گی۔" اس نے دریا دلی کا مظاہرہ کیا۔

"دیکھتے ہیں میں ایکٹنگ اور ریئلیٹی میں تفریق کرسکتا ہوں یا نہیں۔" وہ پھر ڈیک تک گیا اور واپس آکر سابقہ جگہ بیٹھ گیا۔

اس نے بند مٹھی اس کے سامنے کی، سیما نے اس کے چہرے سے نظر ہٹا کر مٹھی پر مرکوز کی۔ اسے دیکھتے ہوئے اس نے بند مٹھی کھولی اور وہ مارے حیرت کے پل بھر کو گنگ رہ گئی۔ اس کے ہاتھ میں پتلی سی طلائی زنجیر تھی لیکن اس کی مسرت کی وجہ نازک اور چھوٹا سا رومن میں لکھا اس کا نام تھا۔ بالکل اسی فونٹ میں جیسا قلم پر تھا۔ وہ اسے اسی لیے عزیز تھا کہ بڑی عرق ریزی کے بعد اس نے وہ فونٹ چنا تھا اور اس انداز میں لکھا اپنا نام اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ اس نے غیر محسوس طریقے سے قلم بستر پر رکھا اور اس کی ہتھیلی سے وہ نازک سا لاکٹ اٹھایا۔ فونٹ اور اس کا چھوٹا سا ہونا اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔

"آپ کو معلوم نہیں ہے مجھے اس طرح لکھا اپنا نام کتنا پسند ہے۔"

"اب ہو گیا معلوم۔" وہ محویت سے اس کے تمتماتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ جوش میں خود ہی گلے میں ڈالنے لگی تھی کہ احساس ہوتے ہی جُھل سی رک گئی اور بے اختیار زنجیر والا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"کیا؟" اس نے شرارت سے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر اس چہرے پر بکھرے جذبات کے نئے اور انجان رنگوں کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے کچھ پل خاموشی سے انتظار کیا کہ وہ زنجیر ہتھیلی سے اٹھالے گا پھر ہاتھ نیچے گرانے ہی لگی تھی سائب نے ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ایکٹنگ اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔" وہ دھیمے سے کہتے ہوئے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے ہاتھ پر دھرے ہاتھ کو۔

☆☆☆

ولیمے میں شریک سبھی افراد اپنے طریقے سے سن گن کی کوشش میں تھے۔ سبھی کو علم تھا سیما کے ساتھ کیا ہوا ہے اور یہ شادی کیسے ہوئی ہے لیکن اماں، سائب ان سب سے بے نیاز خوش تھے جب کہ سیما کے گھر والے مطمئن تھے۔

سائب کی رفاقت، نئے رشتے اور گھر میں وہ فہد کو جیسے فراموش کر بیٹھی تھی۔ جو وسوسے اور وہم تھے وہ اب غائب ہو گئے تھے۔ ہفتہ بھر بعد اماں آج اس سے کھیر بنوا رہی تھیں۔ مقدار زیادہ تھی کہ انہیں سب جگہ بھجوانا تھی۔ ان کی ہدایات سنتے وہ باورچی خانے سے اندر باہر ہوتی رہی تھی۔ اس نے بڑی توجہ اور لگن سے کھیر تیار کی تھی۔ پتیلا ڈھانک کر چولہا بند ہی کیا تھا کہ ہال سے انیلہ کے سلام کی آواز آئی۔ وہ سائب کی خالہ اور ان کی بیٹی کے ساتھ آئی تھی۔

وہ شادی میں شریک نہیں ہو سکی تھیں اس لیے اب ملنے آئی تھیں۔ کچھ دیر ٹھہر کر وہ چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد اماں نے کہا۔

تم پیالیوں میں نکال کر ٹرے میں رکھ دو بیٹا یہ شبانہ دے آئے گی۔" انہوں نے کام والی ماسی کا نام لیا۔

اسے چکھنے کی عادت نہیں تھی مگر یہ خاص موقع تھا، دوسروں نے اس کے ہاتھ کا ذائقہ پہلی دفعہ چکھنا تھا اس لیے اس نے ایک چمچہ بھر کے منہ میں ڈالا اور فوراً سنک میں جا کر تھوک دیا۔ پانی سے کلی کرتے

کے بعد وہ ششدر سی اس برتن کو دیکھ رہی تھی۔ کھیر بے تحاشہ نمکین تھی۔ اسے تو نمک کے ڈبے کی جگہ بھی معلوم نہیں تھی۔ اماں نے پہلے ہی کھیر کے لیے ضروری سارا سامان نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیا تھا۔ وہ کتنی دیر چولھے پر رکھے برتن کو گھورتی رہی جیسے وہ خود ہی بولنے لگے گا کہ نمک کہاں سے آیا۔ تھک ہار کے اماں کے پاس آئی۔

"اماں!" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"میں نے کھیر میں وہی سب ڈالا جو آپ نے نکال کر کاؤنٹر پر رکھا تھا لیکن ابھی کھیر چکھی تو اس میں بہت سارا نمک ہے۔"

"ہیں؟" وہ حیران ہوئیں پھر اگلے ہی پل ان کے تاثرات بدل گئے۔ اُنیلہ سب کے درمیان سے اٹھ کر دو بار باورچی خانے میں گئی تھی۔ چائے کے خالی کپ اور ٹرے رکھنے اور پھر پانی لینے۔

انہوں نے بھی کھیر چکھی جو اب کھانے کے قابل نہیں تھی۔

"یہ تو ساری ضائع ہو گئی بیٹا۔ کسی کے کھانے جوگی نہیں رہی۔"

"لیکن نمک آیا کہاں سے؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے نہیں ڈالا۔ یہ آپ نے نکال کر الگ رکھے تھے، ڈرائی فروٹ، گھی، شکر، الائچی پاؤڈر۔" اس نے ایک طرف رکھے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے علاوہ دودھ اور چاول پھر۔"

"مجھے پتا ہے نمک کہاں سے آیا۔" اماں کی زبان سے پھسلا۔

"ہیں!" وہ حیران ہوئی۔

"کہاں ہے؟" انہوں نے کچھ دیر سیما کو دیکھ کر سوچا اسے بتائیں یا نہ بتائیں لیکن اس حرکت کے بعد اُنیلہ کے مزاج اور اس کی وجہ سے سیما کی آگاہی انہیں ضروری لگی۔

"اُنیلہ سائب کو پسند کرتی تھی، چند دن پہلے ہی میں نے سب سے کہا تھا کہ سائب خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہتا اور پھر اس سے تمہاری شادی بھی اچانک ہو گئی۔"

وہ فوراً کچھ نہ کہہ سکی۔

"ایسے ایک دم سے اس کے لیے تمہیں قبول کرنا آسان نہیں ہے لیکن وہ بچی ہے، تم اس کی یہ حرکت نظر انداز کر دو بیٹا، میں۔" وہ نادم سی کہہ رہی تھیں اور اسے انہیں یوں شرمندہ دیکھنا بے حد برا لگا۔

"نہیں اماں!" وہ ان کے قریب آئی۔

"آپ معافی والی نہ مانگیں پلیز، میں سمجھ سکتی ہوں اس نے ایسا کیوں کیا۔" حالاں کہ اسے سنتے ہی بہت غصہ آیا تھا مگر وہ انہیں پریشان اور فکرمند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں پچھلے احترام اور عزت کے ساتھ اب ان کا مقام محسن کا بھی تھا۔

"جیتی رہو۔" اماں مسکرائیں۔

"لیکن اُنیلہ اتنی پیاری تو ہے پھر۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"سب کی اپنی پسند ناپسند ہوتی ہے بیٹا، ہر اچھی چیز سب کو اپنے لیے اچھی نہیں لگتی پھر یہ تو جیتے جاگتے انسان اور عمر بھر کا معاملہ ہوتا ہے۔"

"سائب یہ بات جانتے ہیں؟"

"اسی نے تو مجھے بتایا تھا۔"

"تو یہ بات تھی۔" اسے جیسے سائب کی رضامندی کی وجہ سمجھ آ گئی۔ اماں احساس ہوتے ہی رک گئی تھیں کہ وہ زیادہ بول گئی ہیں۔

"یہ نصیب کی باتیں ہیں، تم زیادہ سوچو مت۔ اب اسے رہنے دو، بعد میں کچھ بنا کر بھیج دیں گے۔"

"جی۔"

"اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا بیٹا، باز پرس کرنے کی میں بات بڑھائے گی، جب ہم کوئی رد عمل نہیں دیں گے تو وہ خود ہی یہ سب بند کر دے گی، اگر مزید کچھ کیا تو میں بات کروں گی اس سے۔"

"جی اماں۔" وہ باہر چلی گئیں۔

کھیر کا ذکر کیے بنا رات میں وہ سائب سے



UrduNovel.com

پوچھ بیٹھی۔

"آپ نے مجھے اُثیلہ کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے دن یا پہلا ہفتہ کیسے یہ کہانی سناتا؟" وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"کیا شادی کے فیصلے کے پیچھے یہ وجہ بھی تھی؟ مطلب ہماری نیچوئیشنز بالکل سیم نہیں لیکن کافی ملتی جلتی ہیں۔"

"شاید، کیوں کہ میں اس وجہ سے تمہارا پوائنٹ آف وویو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر سمجھ پایا۔"

"فہد والا تجربہ نہ ہوتا تو میں کہتی، کیوں نہ کی شادی ہر لحاظ سے اچھی تو ہے اُثیلہ۔ یہ سچ تھا کہ وہ پڑھی لکھی، خوب صورت اکلوتی اور امیر تھی۔"

"اور اُثیلہ والا تجربہ نہ ہوتا تو میں کہتا، کیوں بات کا بتنگڑ بنایا، ٹھیک ٹھاک تو تھا بندہ۔" بات کے اختتام پر وہ دونوں ہنس دیے۔

"عشق پر زور نہیں غالب نے درست کہا تھا۔" سایب نے کہا۔

"خاک درست کہا تھا یہ تو دونوں فریق استعمال کر سکتے ہیں، ہم کہیں گے پیچھا چھوڑو ہمارا عشق پر زور نہیں اور وہ بھی کہیں گے، کیسے چھوڑیں عشق پر زور نہیں۔"

"تو غالب نے غلط کہا ہے؟" سایب نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔"

"اچھا ہی ہے ہم اس عشق کے چکر سے دور رہے۔" وہ ایک دم چپ ہوگئی، جو سایب کو محسوس ہوا۔

"کچھ غلط کہا میں نے؟"

"آپ محبت کے منکر ہیں؟" اس کے سوال میں جھجک تھی۔

"نہیں۔" سیما نے ابرو اٹھا کر مشکوک انداز میں اسے دیکھا۔ وہ کرسی چھوڑ کر اس کے پاس آیا۔

"تمہیں لگتا ہے میرا تم سے محبت کا ارادہ نہیں ہے؟" وہ دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ خود کنفیوز ہیں اور مجھے بھی کر رہے ہیں۔" اس نے توقف کے بعد دھیرے سے کہا۔

"کیسے؟"

"عشق پر زور نہیں، اچھا ہوا ہم اس چکر میں نہیں پڑے اور اب اسی چکر یعنی محبت میں ارادے کی بات۔ کنفیوزنگ نہیں ہے سب؟"

"صرف اس لیے کسی کے لیے فیلنگز پیدا نہیں ہوتی کہ وہ محبت کرتا ہے نہ اس وجہ سے فیلنگز فوراً مرتی ہیں کہ وہ محبت نہیں کرتا اور ہم دونوں نے ایکسپیرینس کیا ہے کہ اس سچ کو قبول کر کے خود کو سنبھالنے، پیچھے ہٹنے اور روکنے والا مشکل کام سب نہیں کر پاتے ہیں اسی وجہ سے کہا اچھا ہوا کسی کے پیچھے خود کو خوار کرنے اور پھر خود کو روکنے، سنبھالنے والی سچویشن ہماری زندگی میں نہیں آئی، ویسے آتی بھی تو ہم دونوں حدیں ماننے اور ان کی ریسپیکٹ کرنے والے انسان ہیں۔"

اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"رہی میرے ارادے کی بات۔ تو ارینج میرج کا یہی چارم ہے کہ اس رشتے میں محبت سب سے آخر میں ہوتی ہے۔"

"یعنی بڑھاپے میں؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔

"لو میرج میں سب سے پہلے محبت ہوتی ہے، جاننا سمجھنا، احترام، انڈر اسٹینڈنگ وغیرہ وغیرہ کے بعد شادی سب سے لاسٹ میں جب کہ ارینج میرج میں یہ ترتیب ریورس ہے اور یہ رفتہ رفتہ محبت ہونے والا پروسیس مجھے بڑا ایکسائٹ کرتا ہے۔"

"آپ نے دنیا بہت کم دیکھی ہے شاید، ایسا ہر شادی میں تھوڑی ہوتا ہے۔" گدگدانے والا خیال تھا لیکن وہ متاثر نہیں ہوئی۔

"مجھے دنیا بھر کی شادیوں سے کیا لینا دینا اتنا جانتا ہوں میری شادی میں ایسا ہی ہوگا۔"

"جب ہو جائے مجھے بتایئے گا ضرور۔" وہ



Scanned with CamScanner

مسکرائی۔

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے تمہیں یقین ہے تمہیں ہوگی ہی نہیں۔" سائب نے کہا تو وہ چھیڑنے کے لیے مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ باہر نکل کر کچھ سوچ کر پلٹی۔

"کیا پتا نہ ہو اور کیا پتہ۔۔۔ ہو بھی گئی ہو۔" کہتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور بھاگ گئی۔

ان شاء اللہ ہو جائے گی۔" اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ بے خیالی میں بلند آواز میں بڑبڑائی تھی۔

"کیا؟" اماں نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"آں۔؟"

"کیا ہو جائے گی؟"

"وہ۔ بارش۔"

"ابھی کہاں سے برسات کا موسم آ گیا؟"

"بنا موسم بھی تو ہو جاتی ہے کبھی کبھی۔"

"بیماریوں کی دعوت ہوتی ہے بنا موسم کی برسات، کیا بادل چھائے ہیں اس وقت؟" انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔

"نہیں، بس ایسے ہی مجھے لگ رہا تھا کہ بارش ہونا چاہیے بنا موسم، اچانک والی بارش مجھے اچھی لگتی ہے۔"

"ہم۔" وہ پھر سے ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

☆☆☆

سائب کے جانے کے بعد وہ گیٹ بند کر کے پلٹی تو دوسری طرف کھڑی اُشیلہ نظر آئی۔

"یہ شاید پہلے بھی روز سائب کے جانے کے وقت موجود رہتی ہوگی۔" اس نے سوچا اور ناگواری کو چہرے پر آنے سے روکا۔

"کیسی ہو اُشیلہ؟" اس نے اس خیال کی کڑواہٹ دور کرنے کے لیے مسکرا کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ جواب دیتے ہوئے گیٹ کھول کر اس طرف آ گئی۔

"آؤ اندر۔" اسے باورچی خانہ سمیٹنا تھا۔ اماں کی ہدایت اور اس کے اصرار پر آج سائب دوپہر کا کھانا ساتھ لے گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے باورچی خانے میں چلی آئی۔

"کھانا بنا لیا اتنی جلدی؟" سیما نے گوندھے آٹے کا خالی برتن سنک میں رکھا تو اس نے پوچھا۔

"ہاں، سائب کو ٹفن دینا تھا تو سب کا ساتھ ہی بنا لیا۔" وہ بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"اچھا۔" بیوی کے آتے ہی سائب کی یہ تبدیلی اسے دکھی کر گئی۔ بیوی نے تو جمعہ جمعہ آٹھ دن میں اتنی محبت نہیں کی ہوگی جتنی وہ کرتی آ رہی تھی پھر بھی وہ اس کے لیے بدل گیا، کیسا بے قدرا تھا وہ۔

"پہلے سائب بھائی اسی وقت ٹفن لے جاتے تھے جب میں ان کی کوئی فیورٹ ڈش بنا کر دیتی تھی۔" اس کے جملے پر وہ اس بار سچ میں تلملا گئی۔

"رشتے دار قریب ہوں تو یہ ہی تو فائدے ہیں، بہت شکریہ تمہارا۔" شکر تھا اس کی طرف پیٹھ تھی کہ اس کا نرم لہجہ چہرے کے تاثرات سے میل نہیں کھا رہا تھا۔

کیا دیا آج؟" اُشیلہ نے لہجہ عام سا رکھنے کی کوشش کی تھی پھر بھی سیما تک آنچ پہنچ گئی۔

"قیمہ مٹر۔" کچھ سوچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"آئندہ سائب کی فیورٹ ڈش بنانا ہو تو مجھے رات ہی بتا دینا تا کہ میں صبح کچھ نہ بناؤں۔" اس نے شائستہ اور متبسم انداز میں کہا اور دوبارہ مڑ کر کام کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی حسد اور جلن محسوس کرنے والا انسان دوسرے کو بھی اسی احساس میں جلا کر کے خود کو کامیاب سمجھتا ہے اس لیے اسے ناگواری یا کوفت کا تاثر نہیں دیا۔

"اس دن تم نے کھیر بنائی تھی ناں، میں انتظار ہی کرتی رہی۔"

"وہ نہ پوچھو" اس نے ہاتھ دھو کر نلکا بند کیا اور اسٹینڈ سے تولیہ کھینچا۔

"پہلی بار کچھ بنا رہی تھی اس لیے شاید گھبراہٹ اور بے خیالی میں، میں نے نمک ڈال دیا تھا، اب نمکین کھیر تو نہیں بھیج سکتے تھے سب کے یہاں۔"

"اچھا۔" اسے أنیلہ کے کچھ حیرت، غصے اور گڑبڑاہٹ کے ملے جلے تاثرات محسوس ہوئے۔

"میرا بہت موڈ آف ہوا تھا لیکن اماں نے حوصلہ دیا اور سمجھایا کہ ہو جاتا ہے کوئی بات نہیں۔"

"ہمم۔"

"آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔" اس نے ہاتھ خشک کر کے تولیہ اسٹینڈ پر پھیلایا اور ہال کی طرف بڑھ گئی۔

اسے اس کے متعلق علم نہ ہوتا یا اس نے نمک والی حرکت نہ کی ہوتی تو وہ شاید اسے اتنی توجہ اور اہمیت نہ دیتی لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہ اپنی سی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے رویے سے پتہ نہ لگا لے کہ وہ سائب کے لیے اس کے احساسات سے واقف ہے۔ وہ اپنی جانب سے کسی بدمزگی یا تناؤ کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس کے اندر اس گھر کے مکینوں کے لیے بے پناہ احسان مندی کے جذبات تھے۔

☆☆☆

سائب کسی کا ملازم نہیں تھا، اپنے دفتر میں وہ ہی مالک تھا پھر بھی وہ وقت کا پابند اور پیشہ ورانہ طور پر ذمہ دار شخص تھا۔ اس کے آنے جانے کا طے شدہ وقت تھا۔ یہ اچھی بات تھی کہ وہ دفتر کے کام گھر تک نہیں لاتا تھا۔ سب آس پاس ہی رہتے تھے اس لیے اماں کے پاس روز کوئی نہ کوئی ملنے آ جاتا تھا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر وہ بھی اکتاہٹ سے بچ جاتی تھی۔ اس نے نعیمہ کو اپنے سسرال آنے سے منع کر دیا تھا، اسے ڈر تھا اس کا پیچھا کرتے ہوئے فہد یہاں تک نہ پہنچ جائے۔ گھر والے بھی محتاط تھے۔ دادی جو اماں سے ملنے اکثر آتی رہتی تھیں اس کی شادی کے بعد سے نہیں آئی تھیں۔ وہ اور ابا ہی مل آتے تھے۔ حالاں کہ یہ احتیاط بے کار ہی تھی، فہد اماں اور اس کے پیچھے بھی اس گھر تک آ سکتا تھا لیکن ان سب کو لگتا تھا اس طرح فہد کو ملنے والے مواقع کم ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی گھر دیکھ لینے کے اتفاق بھی۔

اماں ٹی وی پر سیریل دیکھ رہی تھیں۔ کہانی اور کردار وہی فارمولا قسم کے تھے۔ فیشن ایبل اور طرح دار لڑکی معصوم بننے کی اداکاری کرتے ہوئے شادی شدہ ہیرو ہیروئن کی زندگی میں مشکلیں اور دلوں میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے اپنی والدہ کی حمایت اور مدد حاصل تھی۔ بے دلی سے دیکھتے ہوئے اچانک اس کے ذہن میں خیال لپکا۔

"کہانیوں اور فلموں ڈراموں میں لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کے پیچھے پڑنے والا لڑکا ہیرو ہوتا ہے اور یہی کام لڑکی کرے تو وہ ویمپ ہوتی ہے۔ یہاں بھی ثبت حق میں جنس کی تفریق شامل ہے۔"

اس نے بلند آواز میں یہ خیال اماں کو بھی سنایا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو، ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"کتنی غلط بات ہے نا۔"

"غلط تو ہے۔" انہوں نے ایک لمبی پرسوچ چپ کے بعد ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کی اور اس کی طرف مڑیں۔

"ہمیں أنیلہ کو ویمپ بننے سے روکنا ہوگا۔" اپنی بات کہتے ہوئے اس کے ذہن میں أنیلہ کہیں نہیں تھی، وہ بوکھلا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا اماں، میں تو۔"

"میں جانتی ہوں بیٹا تم نے اس لیے نہیں کہا۔ تم سمجھدار اور سلجھے مزاج کی ہو اس لیے تم یہ کر سکتی ہو۔ وہ اب بھی اس حقیقت کو قبول نہیں کر سکی ہے کہ سائب اس کے نصیب میں نہیں، وہ اب تم سے جلن محسوس کر رہی ہے، اسے اب بھی لگتا ہے وہ سائب کو حاصل کر لے گی۔ نمک والی بات تو شروعات تھی جانے آگے اور کیا کیا ہو۔" أنیلہ کی پہلے کی طرح گھر میں آمد و رفت نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کیا تھا۔ انہیں اس کی آنکھوں میں ایک الگ کہانی نظر آنے لگی تھی۔

"جی۔" اس کی جی میں جھجک تھی اور سوال بھی تھا۔

"بیٹا! وہ نیک بچی ہے، بگڑی، بد مزاج یا بد کردار نہیں ہے، اکلوتی ہے اس لیے ماں باپ کی لاڈلی ہے اور جہاں زیادہ پیار اور لاڈ ہو وہاں اکثر والدین اپنی آنکھوں کے تارے کو اچھے برے کی تمیز اور حدود بتانا بھول جاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان کی اولاد کے لیے سب کچھ جائز ہوتا ہے، اسے بھی یہی لگ رہا ہے کہ وہ جو کر رہی ہے ٹھیک کر رہی ہے، اسے اس کی غلطی کا احساس سلیقے سے ہمیں کرانا ہوگا۔"

"میں۔ میں اس معاملے میں کیا کر سکتی ہوں بھلا۔۔؟ بس اتنا کہ ان حرکتوں کو نظر انداز کر دوں۔"

"تم اس سے زیادہ کر سکتی ہو کیوں کہ تم پر بھی ایسا ہی کچھ گزرا ہے، کسی کی زبردستی مسلط ہونے کی کوشش کا تجربہ، دل راضی نہ ہو تو محبت کرنے والے کا کچھ اچھا نہیں لگتا بلکہ یہ کوشش متنفر کر دیتی ہے۔۔ بیٹا تم اسے وہ سب سمجھا اور سکھا سکتی ہو جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"اماں میں۔" وہ گھبرا ہی گئی۔

"میں تمہیں اس کی استانی بننے کا نہیں کہہ رہی۔" وہ مسکرائیں۔

"تم اس سے اپنا رویہ دوستانہ رکھو، اس کی حرکتوں پر شدید یا منفی ردعمل نہ دو اور گاہے گاہے موقع ملے تو اسے اپنا تجربہ، خیالات، احساسات بتاتی رہو، درست بات سننے اور سمجھنے والا مزاج ہے اس کا اسی لیے مجھے امید ہے کہ وہ سمجھ جائے گی۔"

"ان شاء اللہ پوری کوشش کروں گی۔" اسے یہ ٹاسک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اسے اس کی کامیابی یا پراثر ہونے کا بھی یقین نہیں تھا پھر بھی اس نے ہامی بھر لی کہ اماں بہت مان اور امید سے اس سے کہہ رہی تھیں۔

☆☆☆

آج اسے دھلے کپڑے اٹھانے میں دیر ہوگئی تھی ورنہ وہ مغرب سے پہلے اندر لے آتی تھی۔ زیادہ نہیں چند ہی کپڑے تھے وہ ہاتھ میں لیے اندر آئی تو صاحب ٹھٹھکا۔

"کیا ہوا؟" اس کا چہرہ رونے والا ہو رہا تھا۔

"میرے پاس ایک ہی بلیو ڈریس تھا اور اس کی ساری خوبصورتی دوپٹے سے تھی۔" وہ رک گئی۔

"ہاں تو۔؟"

سیما نے سارے کپڑے پلنگ پر ڈھیر کیے اور اس میں سے دوپٹا اٹھا کر اس کے سامنے کیا جو دو تین جگہ سے پھٹا تھا۔

"اوہ۔ کیسے ہوا؟ کوئی بات نہیں دوپٹا ہی تھا۔"

"میرے تین دوپٹے تھے اسٹینڈ پر مگر یہ بلیو والا ہی برباد ہوا ہے جو آپ کا فیورٹ کلر ہے۔"

وہ بھی بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی دیکھ رہا تھا اور اب سیما نے بھی غور کیا تھا انیلہ کے پاس موجود سارے کپڑوں میں زیادہ یا تھوڑا بہت سہی مگر بلیو رنگ لازمی ہوتا تھا۔

"میں ماموں سے بات کرتا ہوں، اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، میں ان فضول حرکتوں کی وجہ سے اپنی زندگی کا سکون برباد نہیں کر سکتا۔" اس سے پہلے ہی وہ اس کی بے جا آمد اور گھر کے معاملوں میں حد سے بڑھتی مداخلت پر خفا تھا۔

"یہ اس کا حل نہیں ہے صاحب۔" اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے دوپٹا پلنگ پر اچھالا۔

"پھر کیا حل ہے؟ وہ سمجھنے والی ہوتی تو کم سے کم شادی کے بعد خود کو قابو میں رکھتی، مجھے اس سے کوئی امید نہیں اس لیے ماموں سے بات کرنا ضروری ہے۔"

صاحب کا ردعمل دیکھ کر اسے پچھتاوا ہوا کہ کیوں اس کے سامنے دوپٹے کا رونا رویا۔

"یہ معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں، میں سنبھال لوں گی۔" اسے دونوں گھروں کے درمیان کی فضا مکدر نہیں کرنا تھی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیسے سنبھالو گی؟ ایک دوپٹا ضائع ہونے پر تمہیں رونا آ رہا تھا اور ان محترمہ کے ارادے مجھے چھیننے کے ہیں۔" وہ اس کے قریب آیا۔

"اس کا اختیار دوپٹا اور کھانے جیسی چیزوں پر ہے بس، آپ پر نہیں۔" اس نے دوپٹے کا افسوس بھلا کر یقین سے کہا۔

"واؤ!" وہ متاثر ہوا۔

"ویسے تمہیں کس کی قابلیت پر زیادہ یقین ہے اس کی یا میری؟"

"قابلیت تو مجھے کسی کی پتہ نہیں لیکن۔ جس نے آپ لیے ارینج میرج کی ہو کر آخر میں بیوی سے محبت ہوئی ہے وہ کہیں اور نہیں جا سکتا۔" وہ ہنس دیا۔

"بیوی سے محبت کے علاوہ ایک اور اہم چیز جو شادی میں اول دن سے ہونا چاہیے وہ ہے لائلٹی، وفاداری اور یہ ہی وہ کمٹمنٹ، ہے جو محبت کے بنا بھی کسی کو بھٹکنے اور پھسلنے سے روکتی ہے۔" اس نے تبسم کے ساتھ بڑی گمبھیر بات کی۔

"مطلب اب آپ مجھے اس کمٹمنٹ پر ٹرخا دیں گے؟ میں تو اس دن کے انتظار میں ہوں جب آپ مجھے بتائیں گے۔" اس نے معصومیت سے منہ بنایا۔

"میں نے کہا تھا محبت رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔" سائب نے اچانک دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما۔ "مگر لگتا ہے تمہیں اسپیڈ چاہیے۔"

"نن...... نہیں...... نہیں تو۔" وہ ہکلائی۔

"مجھے اس وقت چار پانچ بلیو ڈریس چاہئیں۔" سائب کی پیش قدمی روکنے کے لیے اس نے جلدی سے کہا۔

سائب نے اس کی تیزی پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"فی الحال بلیو ڈریس تھوڑا انتظار کر سکتے ہیں، میں نہیں۔"

☆☆☆

اس نے دوپٹے کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا مگر اب اس کے پاس اسی رنگ کی بہتات تھی۔ کٹھن کام تھا لیکن وہ اُمیلہ کی حرکتوں کو نظر انداز کرتی تھی۔ اس سے بات چیت اور اس کی طرف آنا جانا بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ سیما چاہتی تھی، وہ فہد والے قصے کا ذکر اس سے چھیڑے۔ اس نے خود سے اس موضوع پر اس سے بات شروع نہیں کی تھی۔ وہ انتظار میں تھی اور پتہ نہیں کیوں وہ فہد کا ذکر چھیڑتی نہیں تھی کہ وہ اپنے محسوسات، خیالات اور خود پر بیتی اسے سنا پاتی۔ پھر ایک دن اسے موقع مل ہی گیا۔

"ہمارے یہاں دوسرے کی بے آرامی کا سوچنا سکھایا ہی نہیں جاتا۔" سائب کے بڑے ماموں اور اُمیلہ کے بڑے ابا کے پوتے کا عقیقہ تھا۔ کھانا ہو گیا تھا اور اب سب خوش گپیوں میں لگے تھے۔ سائب اپنے ہم عمر سرو کزنز کے ساتھ کھڑا تھا تو وہ تنہا بیٹھی اُمیلہ کے پاس چلی آئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"سونو کو دیکھو، اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا وہ خود کو چھڑا رہا ہے مگر پھر بھی سب اسے پیار کر رہے ہیں۔"

"ارے بچے تو نخرے کرتے ہی ہیں اور وہ ہے ہی اتنا گپو اور کیوٹ۔"

"بچے بھی احساس اور مرضی کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ سوچ غلط ہے کہ وہ تو نا سمجھ ہیں اس لیے ایسا کر رہے ہیں یا نخرے دکھا رہے ہیں، ہر بار ایسا نہیں ہوتا، کچھ بچوں کا مزاج اور پسند مختلف ہوتی ہے اور یہ سب اس کے والدین کریں تو الگ بات لیکن باقیوں کو تو سوچنا چاہیے۔"

"اتنے چھوٹے بچوں کا کیا مزاج اور پسند۔ یہ اتنا سیریس معاملہ تو نہیں جیسا تمہیں لگ رہا ہے۔" اُمیلہ ہنس دی۔

"تمہارا واسطہ کسی فہد سے نہیں پڑا، اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"پانچ سالہ سونو اور فہد کا کیا مقابلہ؟"

"میں ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر رہی، یہ غلط رویہ کیسے پروان چڑھتا ہے وہ کہہ رہی ہوں۔ ہم

UUNovels.com



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بڑے ہی اس طرح بچپن سے ان کے اندر یہ غلط سوچ ڈال دیتے ہیں کہ ہمارا دل کر رہا ہے اور چوں کہ یہ پیار محبت کا اظہار ہے تو سب جائز ہے بلکہ یہ استحقاق اور زبردستی بڑی حسین اور خوبصورت ہے۔ پیار کے اظہار میں ہم مقابل کی رضا مندی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ کم عمری سے ہی اسے یہ اگنور کرنا سکھاتے ہیں۔"

"اب تم جو کہہ رہی رضا مندی مطلب کنسینٹ تو یہ بہت ہی ویسٹرن کانسیپٹ ہے، ہمارے دیسی معاشرے میں اس کی کوئی جگہ نہیں اسپیشلی بچوں اور محبت کے معاملے میں۔"

"بڑی غلط سوچ ہے کہ یہ مغربی کانسیپٹ ہے، یہ تو انسانی معاشرت کا بنیادی اصول ہے، زور زبردستی مشرق مغرب سب جگہ نا قابل قبول ہے۔"

"اگر ہم ہر چھوٹی بڑی بات میں مرضی، منظوری اور رضا دیکھنے لگیں تو کوئی بھی رشتہ خوبصورت نہیں رہے گا، محبت جیسے انمول جذبے کا سارا حسن ختم ہو جائے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے چوں کہ یہ خوبصورت، انمول اور بہت اچھا جذبہ ہے اس لیے محبت میں دوسرے فریق کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"ایسا تو نہیں کہا میں نے لیکن محبت کو ایسے اجازت لیتا، پرکھنا، سوچنا پڑے تو اس کا سارا حسن غارت ہو جاتا ہے، کیا محبت میں ہمارا محبوب پر کوئی حق نہیں ہوتا؟"

"دھونس جمانے والا حق یک طرفہ اور خود ساختہ ہو تو یہ ظلم ہے محبت نہیں، ہر محبت کی یعنی ہر رشتے کی حد ہوتی ہے۔ والدین بچے کا لاڈ کرتے ہوئے اس کے بسورنے اور چڑنے پر بھی ایک بار گال چوم سکتے ہیں، اسے بھینچ سکتے ہیں مگر ایسا ہی حق محفل میں موجود ہر مہمان کو نہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر دھونس جما کر ایک دائرے میں زبردستی کر سکتے ہیں لیکن ایک لڑکا یا لڑکی کو محبت کے باوجود ایسا نہیں کرنا چاہیے، محض محبت کا راگ الاپنا کسی کو سارے حق اور اختیار نہیں دیتا نہ ان کی حرکتوں کو جائز بنا دیتا ہے۔

ہمارا یہ مشرقی کانسیپٹ ایک لسٹ کے بعد وبال بن جاتا ہے کہ پیار محبت، فکر کے مظاہرے میں کسی بھی حد تک دھونس جمائی جائے یا زبردستی بھی کی جائے تو کوئی برائی نہیں مثلاً یہ ہی دیکھو جو سونو کے ساتھ ہو رہا ہے یہ ایسا ہی ہے کہ بطور میزبان اپنی مرضی سے مہمان کی پلیٹ بھر دینا۔"

"برا مت ماننا۔ مگر لگتا ہے تمہارے تجربے نے تمہیں اس معاملے میں تھوڑا تلخ کر دیا ہے۔"

"تھوڑا نہیں کافی تلخ کر دیا ہے۔" وہ ہنس دی۔

"اور اب اس طرح کے مظاہرے۔" اس نے اس محفل کی سمت اشارہ کیا جہاں سونو موجود تھا۔

"ان کے دیرپا اثرات اور ان سے جنم لیتے رویے مجھے گہرائی تک محسوس ہوتے ہیں، فہد کی حرکتیں اسی سوچ کی عکاس تھیں۔" اس نے اپنا لہجہ حتی المقدور ہلکا اور عموی رکھا تھا۔

"یہ وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو یا جس کی رضا کو اہمیت نہ دی گئی ہو۔" آخری بات پر انیلہ چپ ہو گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے اور معاملات کی، بہ نسبت محبت سب سے نازک جذبہ اور لطیف رشتہ ہے کہ اس میں جبر ہو ہی نہیں سکتا، یہ اس احساس کے منافی ہے کہ محبت کے ایک معنی خود سے بڑھ کر مقابل کے احساس کی پروا بھی تو ہے۔"

انیلہ نے اب بھی کچھ نہیں کہا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے اب۔" کچھ پل بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر ذرا دیر پہلے والا اطمینان ندارد تھا۔

"میں صاحب سے کہتی ہوں تم اماں کو بلاؤ۔"



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہمم۔" وہ ساتھ میں آئے تھے اور واپس بھی ساتھ ہی جاتا تھا۔

☆☆☆

"میں نے وہاں سامنے فہد کو دیکھا۔" اس نے سڑک کے دوسری طرف اشارہ کیا۔ سایب نے اس سمت گردن موڑی۔

"اب نہیں ہے، چلا گیا، بس ایک لمحے کو دکھائی دیا تھا۔"

"تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔ ریلیکس۔" اس کی کیفیت کے مدنظر اس نے نے تسلی دیتے ہوئے کار آگے بڑھائی۔

"نہیں سایب وہ ہی تھا، میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتی، بس آ گئی تھی کی اور اتنی دیر میں وہ چھپ گیا۔" وہ پیچھے پلٹ کر دیکھنے لگی۔ سایب نے بھی ریئر ویو مرر میں دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے ہمارے پیچھے۔"

"اگر اس نے ہمارا گھر دیکھ لیا تو؟ آپ مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں۔"

"دیکھ بھی لیا تو کیا ہوگا؟ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا کہ وہ پیچھا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتا۔" وہ اب بھی بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہیں امی کی طرف چھوڑ بھی دوں تو تم نے وہاں سے واپس گھر تو آنا ہی ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتی چپ رہی۔

"تم گھر جانا چاہتی ہو تو اٹس او کے میں ڈراپ کر دیتا ہوں لیکن اگر مقصد فہد کو ہمارے ایڈریس سے بے خبر رکھنا ہے تو یہ فضول کوشش ہے۔"

گھر ہی چلیں۔" اس نے مری سی آواز میں کہا۔"

"تم کس لیے اتنی پریشان اور خوف زدہ ہو؟ کرنے دو اب وہ جو بھی کرتا ہے دیکھ لیں گے۔"

اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ ایک عجیب وحشت اور بے کلی نے اسے گھیر لیا تھا۔

☆☆☆

اماں کی سالگرہ تھی اور ان کے بہن بیٹوں اور ان کے بچوں نے مل کر عشائیے کے ساتھ باہر سالگرہ منانے کا پلان بنایا تھا۔ اس کے میکے سے دادی کے ساتھ فائزہ شامل ہوئی تھیں۔

ریستوران کے لان میں میزیں ایک ساتھ جوڑ کر پرتکلف کھانے کے بعد ان سب کی تالیوں میں اماں نے کیک کاٹا تھا۔ کچھ دیر بعد کچھ لوگ اپنی گاڑی اور کچھ ٹیکسی سے چلے گئے تھے۔ مدبر دادی اور فائزہ کو لینے آیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد دونوں ماموں کے خاندان اور وہ ہی رہ گئے تھے۔

جانے سے پہلے وہ واش روم میں آئی تھی۔ فارغ ہو کر باہر نکلتے ہی سامنے کھڑے فہد کو دیکھ کر ایسا شدید دھچکا لگا تھا کہ وہ پتھر ہو گئی۔

"کیسی ہو؟" اس نے یوں پوچھا گویا ان کے بیچ بڑی گہری دوستی اور بے تکلفی تھی۔

"دیکھ لو، تمہاری بات ہو تو میرے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔"

وہ آگے بڑھا اور وہ پیچھے دروازے سے لگ گئی۔ راہداری سنسان تھی۔ ریستوران بند ہونے کا وقت تھا۔ اس نے ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا کہ عملہ بھی صفائی اور سمیٹنے سمانے میں مشغول تھا۔

"میں تمہاری کسی بات سے بے خبر نہیں یم۔ مجھے تم سے کوئی شکایت بھی نہیں ہے، بس۔۔" وہ اب اس کے اتنا قریب تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا تھا۔ اس کی وہی کیفیت ہوئی جو اس دن کافی شاپ کے باہر تھی۔

"یہ سایب راستے سے ہٹ جائے۔" اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

آخری ڈائل نمبر سایب کا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھ میں مضبوطی سے فون کو جکڑا انداز سے

UUNovels.com

سے کال لگانے کی کوشش کی۔

"تمہارے گھر والوں نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تمہیں صرف میری زندگی میں آنا تھا۔ وہ تو تم اب بھی آ جاؤ گی، تمہیں حاصل کرنے کے لیے ہی تو اس دنیا میں آیا ہوں میں، تم بنی ہی میرے لیے ہو۔" اس کا انداز جنونی تھا۔ اسے لگا وہ اب اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دے گا، چہرے پر، بالوں پر یا ایسی کوئی ذلیل حرکت کرے گا۔ اس خیال سے ہی اس کے بدن پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ تبھی قدموں کی چاپ ابھری اور ساتھ ہی انیلہ کی حیرت بھری آواز بھی۔

"سیما!" فہد چونک کر مڑا اور پھر دوبارہ ہویدا چہرے کو دیکھا۔

"تم صرف میری ہو اور میں جلد تمہیں حاصل کرلوں گا۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ وہ بری طرح رونے لگی۔ گرنے کو تھی کہ انیلہ نے دوڑ کر سنبھالا۔ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"کون تھا یہ۔۔؟ کیا وہی؟" وہ بری طرح کانپ رہی تھی، چہرہ لٹھے کی طرح سفید اور ہونٹ ایک دم خشک ہو گئے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر انیلہ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔ دوڑتے قدموں کی آواز پر وہ مڑی کہ پھر سے تو نہیں آ گیا وہ لیکن پیچھے سائب تھا۔ اس نے آگے آ کر سیما کو تھاما۔ انیلہ نے اس کے شانے سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔ وہ سائب سے سر لگا کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟" سائب نے اس کے کانپتے وجود کے گرد بازو پھیلایا۔ اس کی فون کال اور عجیب سی آدھی ادھوری آوازوں پر وہ گھبرا کر آیا تھا اور یہاں کا منظر مزید ہوش اڑانے والا تھا۔

"سیما!" اس کی تشویش بھری آواز پر اور تیزی سے آنسو گرنے لگے۔

"میں آئی تو یہاں فہد تھا۔" انیلہ نے فرش سے اس کا فون اٹھایا۔ بے اختیار ہی سائب نے اسے اور قریب کیا۔ وہ فون سائب کو تھما کر باہر نکل گئی۔

"اٹس او کے سیما! وہ اب یہاں نہیں ہے۔" اس کی موجودگی کی اطلاع نے اسے بھی فکرمند کر دیا۔

وہ کچھ کہنے کی بجائے آواز سے رونے لگی۔ وہ لاکھ کہتا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اس کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ فہد کو دیکھنے کے بعد اس کا رد عمل پہلے سے زیادہ شدید ہو گیا تھا۔

انیلہ کچھ دیر وہیں دروازے کے قریب کھڑی رہی۔ اس سیما کی حالت دیکھ کر عجیب، بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اس نے دیکھا تھا، فہد اس سے کچھ فاصلے پر تھا، اسے نے اسے ہاتھ لگایا تھا نہ کوئی ایسی ویسی حرکت کی تھی۔ اس کی موجودگی اور باتوں نے ہی سیما کو اس ابتر حال میں پہنچا دیا تھا۔ وہ تو محبت کا دعوے دار تھا پھر بھی اس کی کیفیت میں چھپا خوف کیوں نہیں دیکھ سکا؟ اس نے اتنا قریب ہونے کے بعد بھی اسے چھوا نہیں تھا پھر بھی ایک بے ضرر انسان سے اتنا خوف، اتنا ڈر۔

"کیا مرضی کے بغیر قربت اور محبت اتنی بری لگتی ہے؟" پہلی بار اس نے واضح طور پر سوچا۔ اس نے سیما سے کہا تھا کہ فہد کی جگہ خود کو رکھ کر سوچے اور اس وقت غیر ارادی طور پر وہ سیما کی جگہ خود کو رکھ کر سوچ رہی تھی تو خیال کی رو بہہ کر اسے سائب کی جگہ خود تک لے گئی۔

"ہاں محبت سے بھی دم گھٹتا ہے، محبت سے بھی بے زاری ہوتی ہے، محبت وبال بن جاتی ہے اگر زبردستی لادی جائے۔" اس کے اندر رادھا اس کی سرگوشیاں جاری تھیں۔

سیما کے اس گھر میں آنے کے بعد بھی وہ ہر وقت اسے اس گھر اور سائب کی زندگی سے نکالنے کے بارے میں سوچا کرتی تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس نے سوچی نہ ہو، وہ فہد کو سائب اور سیما کے درمیان



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے استعمال کرنے تک کا بھی منصوبہ بناتی بگاڑتی رہی تھی۔ اسے چپکے سے گھر بلانے، سیما کا فون نمبر اس تک پہنچانے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کا اس نے کئی بار سوچا تھا۔ اس نے سیما کے فون سے نعیمہ کا فون نمبر بھی نکال لیا تھا کہ یہ اسے فہد تک پہنچا سکتا تھا مگر وہ مناسب وقت کا انتظار ہی کرتی رہی اور حالات بدلتے گئے۔ پہلے پہل وہ اس تاک میں تھی کہ کب سیما اس سے باز پرس کرے گی یا اس کی موجودگی اور آمد پر ناگواری کا اظہار ہو گا تاکہ وہ بھی دوبدو سامنے آ کر مقابلہ شروع کر سکے مگر ایسا کچھ ہوا نہیں اور وہ سائب کی نگاہوں میں رہنے کی کوشش کرتے ہوئے سیما کے قریب ہوتی گئی۔

کچھ دیر پہلے کا منظر سوچ کے ایک نئے جہان کا در وا کر گیا تھا۔ کیا سائب بھی اس کی وجہ سے ایسے منفی اور تکلیف دہ احساسات سے دوچار ہوتا تھا؟ اس کی محبت سائب کے لیے اس سطح کی پریشانی تھی؟ ایک عام سے انکار اور رد کو اس کی مسلسل کوشش نے نفرت کے برابر لا کھڑا کیا تھا؟ اپنی محبت کا احساس کرانے کی ضد نے ابتدائی احترام کو اکتاہٹ میں بدل دیا تھا؟ ان سارے سوالوں کے جواب دل شکستہ تھے۔ وہ خاموش سب کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔

سیما ذرا چپ ہوئی تو سائب نے اسے سامنے کیا۔

"سب انتظار کر رہے ہیں، ہم گھر پر بات کرتے ہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "باہر کسی سے کچھ نہ کہنا۔"

"اچھا۔"

"اسے میسج کر دو کسی کو کچھ نہ بتائے اسپیشلی اماں کو۔" سائب کے کہنے پر اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے بھی فوراً جواب میں اوکے بھیجا۔ وہ دونوں باہر آئے تو سیما سنبھل چکی تھی۔

گھر پہنچ کر اس کے سامنے فہد کی باتیں اور اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ پھر رو پڑی۔

"پتہ نہیں میں ایسی کیوں ہو رہی ہوں، میں کمزور یا بزدل نہیں ہوں، مجھے لگتا تھا میں بدتمیزی کرنے والے کا منہ توڑنے کی ہمت رکھتی ہوں مگر اب۔۔۔ آج تو کافی شاپ سے زیادہ بری حالت تھی۔ اس دن کے بعد میں نے اسے قریب دیکھا تھا۔ سارے وہموں کے باوجود میں امید کر رہی تھی کہ اب اس کے سر سے بھوت اتر گیا ہو گا۔ شادی کا سن کر سیدھا ہو جائے گا لیکن وہ تو شاید میرا پیچھا کرتا رہا ہے، اس دن پاسپورٹ آفس کے باہر بھی یقیناً وہی تھا، اسے ہی تو ریسٹورنٹ نہیں پہنچ گیا، اسے ہمارے اس گھر کا بھی پتہ ہے، وہ اتنے دنوں سے چھپ کر اور خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا کیوں؟ خدانخواستہ وہ کچھ برا کرنے کا تو نہیں سوچ رہا ہے۔ میں اور اماں اکیلی ہوتی ہیں کسی دن وہ گھر کے اندر گھس آیا تو؟" نیا خیال پھر اسے بے چین کر گیا۔

سب نکات اسے بھی تشویش میں مبتلا کر گئے تھے لیکن اس کا اظہار اس کے سامنے ضروری نہیں تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" سائب نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپتھپائے۔

"تم صرف اتنا دھیان رکھو کہ جب تک اس کا کچھ انتظام نہیں ہو جاتا اکیلے کہیں مت جانا، کالونی میں ہی ماموں اور خالہ کے گھر بھی ہیں۔"

"وہ آپ کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے، اس نے کہا بھی۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"ہم کب تک ایسے ڈر ڈر کے جئیں گے؟"

"ڈر کس نے کہا ہے؟ یہ احتیاط ہے، میرے دوست کا بھائی وکیل ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا لیگل ایکشن لیا جا سکتا ہے، ری اسٹرینگ آرڈر کے لیے کیا فارمیلیٹیز اور



UUNovels.com

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طریقہ کار ہے۔"

"اب ہمیں یہ سب کرنا ہوگا؟ کورٹ کچہری قانون۔" اس کے نزدیک بھی شریفوں کے کام نہیں تھے۔

جب ہمیں قانونی سہولت حاصل ہے تو کیوں نہ اسے استعمال کیا جائے، اس میں کوئی برائی نہیں۔ "اس کے انداز سے سابب کو بھی اندازہ ہوا تھا اسے یہ تجویز پسند نہیں آئی ہے۔

" آپ جیسے اور جو مناسب سمجھیں کریں۔" اس نے اپنے محافظ پر اعتبار کرتے ہوئے اسے سارے اختیار سونپ دیے۔ اب مجھے وہ کہیں دکھائی نہ دے بس۔

پھر اس کا سامنا ہونے کا خیال ہی اسے بے چینی میں مبتلا کر رہا تھا۔

"تم اس بارے میں زیادہ سوچو مت۔ ہمیں یورپ میں کہاں جانا ہے وہ سوچو اور تیاری کرو۔" سابب نے اس کا ذہن بٹایا۔

یورپ میں کون کون سے ملک ہیں مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ۔""

"یہ کون سا مشکل ہے، ابھی یورپ کا میپ پرنٹ کر کے سامنے دیوار پر لگا لیتے ہیں۔"

"اب ایسا بھی نہیں۔ وہ جس دن۔ میں گوگل پر دیکھ لیتی ہوں۔"

☆☆☆

نبیلہ کی شادی طے ہو گئی تھی۔ اماں نے اس کے لیے جو سوچا تھا، وہ ممکن ہوا تھا۔ وہ اپنی تخریبی سوچ اور لاحاصل تمنا سے دستبردار ہو گئی تھی۔ اس نے راستہ بدل لیا تھا۔ یہ آسان نہیں تھا۔ اب بھی سابب کو دیکھ کر اس کے اندر کسک جاگتی تھی مگر وہ جان گئی تھی کہ محبت کی تھی تو اس کے درد اور فیصلے بھی اسے ہی سنبھالنا ہوں گے۔

اگلے دن ان دونوں کی روانگی تھی اور تیاری پورے زور و شور سے مکمل ہونے کے بعد بھی جاری تھی۔ ان کے پیچھے اماں کو کمپنی دینے کے لیے دادی چند دنوں کے لیے یہاں رہنے آئی تھیں۔

"فائنلی اب کچھ نہیں بچا ہے۔" اس نے 'چیک لسٹ' بلند آواز میں سابب کو پڑھ کر سنانے کے بعد کہا۔

"بچا ہے۔" سابب نے کہا تو وہ جو فون رکھ چکی تھی، دوبارہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"وہ اس 'چیک لسٹ' میں نہیں ہے۔" سابب نے اس کے ہاتھ سے فون لے کر واپس اسی جگہ پر رکھا۔ وہ اس کے انداز پر ٹھٹھکی۔

"تم نے کہا تھا تمہیں بتایا جائے۔" اور اسے یاد آ گیا۔

"تو آپ بہت لیٹ نہیں ہو گئے؟"

"اور تم بہت تیز نہیں ہو گئیں؟" اس نے اسی کے انداز میں سوال پیش کیا۔

" آپ ارینج میرج اور لو میرج کا فرق بتاتے ہوئے ایک اہم بات بتانا بھول گئے تھے جو دونوں میں کامن ہوتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میاں بیوی میں انڈر اسٹینڈنگ ہو تو بہت سی باتیں کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"مطلب تم سننا نہیں چاہتیں یا کہنا نہیں چاہتیں؟"

"ہم کئی طریقوں سے کہہ بھی چکے ہیں اور سن بھی چکے ہیں۔"

"تم واقعی ٹوٹ کے چاہے جانے کا حق رکھتی ہو۔" سابب نے اسے خود سے قریب کیا۔ تب ہی باہر سے اماں کی خوش کن آواز آئی۔

"سیما! باہر آؤ دیکھو کیسا موسم برسات ہو رہی ہے، تمہیں اچھی لگتی ہے نا..... سابب سیما......! کدھر رہ گئے۔ سن رہے ہو۔"

☆☆